بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند مسیحی سوالات کے جوابات

از قلم

محقق مسیحیت محمد اسلم رانا گولڈ میڈلسٹ

ایڈیٹر ماہنامہ "المذاہب" ملک پارک شاہدرہ لاہور

اسلامی مشن سنت نگر لاہور

نام کتاب	:	چند مسیحی سوالات کے جوابات
تالیف	:	محقق مسیحیت محمد اسلم رانا گولڈ میڈلسٹ
ناشر	:	اسلامی مشن سنت نگر لاہور
کمپوزنگ	:	ہاشمی کمپوزرز اردو بازار لاہور
مطبع	:	شاہ سنز لاہور
بار اول	:	جولائی ۱۹۹۵ء
اشاعت فنڈ	:	۲۰ روپے

دعوت عام

اشتہار میں لکھی گئی تالیفات مجھ سے طلب کرنے پر مسیحی شائقین کو بلاقیمت بھیجی جائیں گی۔ البتہ ان کے نام "المذاہب" میں شائع کیے جائیں گے ضروری ہو گا کہ وہ کتاب پڑھ کر اظہار خیال کریں۔

محمد اسلم رانا

۲۵ جولائی ۱۹۹۵ء

دفتر ماہنامہ "المذاہب" ملک پارک شاہدرہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند مسیحی سوالات کے جوابات

از قلم

محقق مسیحیت محمد اسلم رانا گولڈ میڈلسٹ

ایڈیٹر ماہنامہ "المذاہب" ملک پارک شاہدرہ لاہور

اسلامی مشن سنت نگر لاہور

چند مسیحی سوالات کے جوابات

ایک نظر میں

عنوانات — صفحہ

عنوانات — صفحہ

چند مسیحی سوالوں کے جوابات

ایک درد مند پاکستانی مسلی منیر انجم بسلسلہ روزگار روم (اٹلی) میں رہائش پذیر ہیں۔ وہاں عیسائی مبلغین ان سے ملاقات کرتے رہتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کی طرف سے ہمیں سوالات موصول ہوئے جو بمعہ جوابات درج ذیل ہیں:۔

سوال (۱) قرآن کریم اکٹھا تو حضرت عثمان کے دور میں کیا گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اس میں ترمیم ہو گئی ہو یا کمی بیشی۔ ثبوت مانگتے ہیں کہ قرآن مجید الہامی کتاب کیسے ہو گئی؟

جواب (۱) قرآن کریم حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے دوران نزول کے ساتھ ہی ساتھ لکھا جاتا رہا۔ تمام نوشتوں کی دل و جان سے بڑھ کر حفاظت کی جاتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے تمام منتشر اجزا کو اکٹھا کیا۔ سبھی صحابہ کرام کو قرآن شریف جزوی یا کلی طور پر حفظ بھی تھا۔ جمع قرآن کے وقت ہر ممکن احتیاط برتی گئی تھی۔

جمع قرآن :۔ ہر زبان بولیوں (علاقائی زبانوں) کے ملنے سے بنتی ہے۔ پنجابی میں مشہور ہے کہ ہر ۱۲ کوس پر بولی بدل جاتی ہے۔ ملک عرب کی زبان عربی تھی۔ تاہم مختلف قبائل کی بولیوں میں تھوڑا بہت فرق تھا۔ ٹکسالی زبان مکہ مکرمہ کی تھی۔ مثلاً" قبیلہ قریش جس لفظ کو "حتیٰ" بولتا تھا کسی اور

قبیلہ کی قرأت میں ''عتیٰ'' تھا۔ اس صورت حال کو بآسانی یوں سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ پنجابی اصطلاح ''میثوں'' کے مقابلہ میں پنجاب کے مختلف علاقوں میں ''من'' ''مھاں'' اور ''مک'' کی اصطلاحات بھی رائج ہیں۔ لیکن لاہور کو پنجابی کا مرکز اور گڑھ سمجھا جاتا ہے۔ ٹکسالی پنجابی لاہور کی ہے اور یہاں لفظ ''میثوں'' رائج ہے۔ اس لیے معیاری پنجابی میں ''میثوں'' (اردو مجھے) ہی لکھا جائے گا۔ قبائل عرب میں اشاعت اسلام سے انہیں قرآن مجید کے بعض الفاظ کی ادائیگی میں مشکل پیش آنے لگی۔ مختلف قبائل ایک لفظ کو اپنی مقامی بولی میں بولتے تھے۔ جسے اصطلاحی زبان میں ''قرأت'' کہتے ہیں مشہور قرأتیں سات یا دس تھیں۔

جب قرآن کریم غیر عرب اقوام میں پہنچا تو بولیوں کی رائیاں پہاڑ بننے لگیں۔ اس اشکال کے حل کی خاطر حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید کو صرف مکہ مکرمہ کی ٹکسالی قریشی عربی میں لکھوایا۔ جیسا کہ حتیٰ اور عتیٰ کی سادہ سی مثال بیان کی گئی ہے۔ مروجہ قرأتیں ختم کر دی گئیں۔ اب ان کا احیاء فتنہ پروری ہے۔

کمی بیشی :۔ رائج الوقت موجودہ قرآن مجید کامل و مکمل ہے۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں تدوین کے وقت متن میں ذرہ بھی کمی بیشی نہیں ہوئی تھی۔ قرآن کریم من و عن محفوظ ہے۔ کیونکہ فرامین الٰہیہ کے مطابق:

(۱) یہ مقدس کتاب اللہ پاک کی اتاری ہوئی ہے اور ہر قسم کی تحریف و تخریب سے اس کی حفاظت بھی اسی کا فریضہ ہے۔

(سورۃ ۱۵: حجر: آیت نمبر ۹)

(۲) قرآن حکیم کے منتشر اجزا کو اکٹھا کرنے اور اس کے پڑھے جانے کی ذمہ داریاں اللہ کریم نے لے رکھی ہیں (۷۵: قیامت: ۱۷)

(۳) کمی بیشی کے تمام دروازے بند ہیں۔ ایسی کوئی صورت ممکن ہی نہیں (۴۱: حم سجدہ: ۴۲)

(۴) کجی، کمی بیشی سے پاک ہے (۱۸: کہف: ۱)

(۵) خالصتہً وحی الٰہی ہے (۴۶: احقاف: ۹)

چند محققین کی آراء درج ذیل ہیں:

"آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو پیغامات بذریعہ وحی وصول فرماتے وہ احتیاط کے ساتھ حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ لکھ بھی لئے جاتے تھے۔"

(Everyman's Encyclopedia : 1949-50' vol. 8' p.308)

"ضروری طور پر قرآن مجید ایک کتاب ہے اور ایک شخص خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصنیف ہے۔"

(The world Book Encyclopedia : 1950' vol. 10' p.407)

متن کی حفاظت کے حق میں پر زور دلائل دینے کے بعد سرولیم میور نے لکھا:

"یہ امر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ جو قرآن ہم پڑھتے ہیں ٹھیک انہیں الفاظ پر مشتمل ہے جو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ادا فرمائے تھے۔"

(The Coran by Sir William Muir : 1878' p.40)

انسائیکلو پیڈیا برٹینکا نے لکھا:

"چار عثمانی نسخوں میں سے ایک مدینہ میں رکھا گیا۔ ایک ایک کوفہ، بصرہ اور دمشق بھیجا گیا۔ یہ حقیقت آج بھی تفصیل سے بہ صراحت تمام دکھائی جا سکتی ہے کہ یہ چاروں نسخے ایک دوسرے سے املا میں مختلف تھے۔ کہیں "واؤ" (اور) کی کمی بیشی تھی یا ایسی ہی معمولی چیزیں، لیکن یہ اختلافات معانی پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتے۔ بعد کی تمام نقول انہیں چار نسخوں سے تیار کی گئیں۔"

"ایک بھی آیت یا ٹکڑا ایسا نظر نہیں آتا جو ابو بکرؓ یا عمرؓ یا عثمانؓ کے کہنے پر زیدؓ نے ایزاد کیا ہو۔ کتابت کی معمولی غلطیاں ممکن ہیں۔ عثمانیؓ قرآن ہر لحاظ سے بالکل صحیح اجزاء پر مشتمل ہے۔"

"قرآن مجید میں بعد ازاں کمی بیشی ثابت کرنے کی غرض سے یورپی علماء کی تمام کوششیں ناکامی سے دو چار ہوئی ہیں" (انسائیکلو پیڈیا برٹینکا مطبوعہ ۱۱۔۱۹۱۰ جلد ۱۵ صفحہ ۹۰۵ کالم ۲)

الہام:۔ اسی طرح یہ کتاب مقدس خود ہی اپنے آپ کو الہام اور کلام الٰہی ثابت کرتی ہے:

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات بابرکات نے قرآن پاک کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا (۲۵: الفرقان: ۱)

(۲) روح القدس فرشتہ نے رب کریم کے حضور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا تھا (۱۶: نحل: ۱۰۲)

(۳) قرآن حکیم کو غالب رحم والے نے اتارا ہوا ہے (۳۶: یٰسین: ۵)

(۳) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہ کے رسول ہیں (۴۸: فتح:

(۴) ان پر وحی الٰہی اترتی ہے (۵۳: نجم: ۳' ۴) جبرئیل امین فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید لے کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر اترا کرتا تھا (۲۶: شعراء: ۱۹۴)

(۵) اگر کسی کو قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے میں شک و تردد ہو تو اس کے کسی (چھوٹے سے چھوٹے) جزو ایسا کلام بنا لائے لیکن ساتھ ہی یہ بھی اعلان ہے کہ تمام جن اور انسان مل کر بھی تا قیامت اس چیلنج کو قبول کرنے میں ناکام رہیں گے (۲: بقرۃ: ۲۳) پوری تحدی کے ساتھ باقاعدہ چیلنج ہے۔ چرخ گردوں اس قرآنی صداقت کے ۱۴ سو برس دیکھ چکا ہے!

بادشاہوں کا کلام کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے۔

کلام الفاظ اور معانی سے مرکب ہوتا ہے۔

قرآنی الفاظ اللہ کریم کی طرف سے نازل کئے جانے کی دلیل ہیں۔ الفاظ فصاحت و بلاغت اور زباندانی کی جملہ خوبیوں سے مزین ہیں۔ گنے چنے' موثر' برمحل و برجستہ' پر مغز اور موزوں و مناسب معانی لئے ہوئے ہیں۔ گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہو۔

قرآن تعلیمات تک انسانی دماغ کی رسائی نہیں ہے۔ عربوں میں شعر گوئی کا چرچا تو بے حد و حساب تھا لیکن نثر نگاری کی طرف کسی کی توجہ نہیں تھی۔ قرآن کریم عربی زبان میں نثر کی پہلی باقاعدہ کتاب تھی اس کے مضامین سوچ و فکر کی مروجہ روشوں سے الگ اور جدا تھے۔ اس کے موضوعات اور بیانات نئے' اچھوتے اور عام انسانی خیالات و تصورات سے کہیں

دور ہٹ کر تھے۔ یہ امور عرب معاشرہ کے وہم و گمان میں بھی نہیں آئے تھے۔ ان راہوں پر کوئی چلا ہی نہیں تھا۔

کلام حکیم کی ایک ایک آیت کریمہ الٰہی قدرت، حکمت، عظمت اور علم کی تابندہ نشانی ہے۔

فی زمانہ دنیا میں علمی سائنسی اور تہذیبی ترقی عروج پر ہے۔ حضرت انسان نے چاند کی مٹی زمین پر ڈھو ماری ہے اور تجربہ گاہ میں اس کا تجزیہ تک کر ڈالا ہے۔ لیکن امن و امان قائم کرنے میں یکسر ناکام و نامراد ہے۔ تمام تدابیر، حیلے اور حربے بروئے کار لائے جانے کے باوجود ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

والا معاملہ ہے۔ سوشلزم، کمیونزم، سیکولرزم، کیپٹل ازم سبھی اس میدان میں آزمائے جا چکے ہیں صف اول کے ترقی یافتہ ممالک روس، جرمنی، فرانس، برطانیہ، امریکہ کہیں بھی امن و سکون اور صلح و آشتی نظر نہیں آتی۔ سبھی سکھ اور سکون سے محروم ہیں۔

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ سعودی عرب کی مثال لیجئے۔ اس ملک میں قرآنی احکام و ہدایات پوری سحر سامانیوں کے ساتھ اگرچہ نافذ نہیں ہیں تاہم معاشرہ حیرتناک حد تک جرائم اور برائیوں سے پاک ہے۔ توجہ دلانے کی غرض سے عزت حاصل کریں گے کہ آب و گل کی اس دنیا میں ۵۰ برس ایسے گزر چکے ہیں جب قرآنی قواعد و ضوابط کا اجرا مثالی تھا۔ قدیم تہذیبوں کے ایک نامور ماہر پروفیسر ڈاکٹر وی گورڈن چائلڈ اس بابرکت دور کی تعریف میں رطب اللسان ہیں:

"اسلام نے دنیا کی ایک کثیر آبادی کو اتحاد' امن اور خوشحالی بخشی"

(What Happened in History

by Prof. Dr. V. Gordon Childe: 1950' p.281)

سوال (۴) (i) اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ اپنی سچائی کے ساتھ نہیں پھیلا اور (ii) پھر کیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ پہلے دعوت دو' اگر مسلمان نہیں ہونا چاہتا تو جزیہ دے ورنہ جنگ کرے۔ یہ تو مسلمان کی بدمعاشی ہوئی اپنے غیر مذہب کی تذلیل کرتا ہے اور زبردستی مسلمان کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کب اپنی زندگی میں کسی دوسرے ملک میں اسلام کی دعوت بھیجی جو انہوں نے قبول نہ کی اور نہ ہی جزیہ دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں حملہ کروالیا۔ جزیہ وصول کیا۔ ایسی کوئی مثال دیں۔

جواب (i) تبلیغ و اشاعت اسلام کا ایک سنہری اصول ہے کہ قبولیت اسلام کے معاملہ میں جبر اور زبردستی ممنوع ہے۔ سابق دین کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنا اپنی خوشی کی بات ہے کسی کو مجبور کرنے کی اجازت نہیں۔ اسلام کی حقانیت اور غیر اسلام کی بطالت واضح ہو چکی ہے۔ لہذا دین کا انتخاب انسانی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ کوئی پسند کرے تو دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے نہ چاہے تو نہ سہی (۲: بقرۃ: ۲۵۶)

تبلیغ و اشاعت اسلام اور جہاد کے لحاظ سے صحابہؓ کرام اور ان کے قریبی ادوار بہترین تھے۔ قرآن حکیم کو سمجھنے اور اس کی پاک تعلیمات پر

عمل کرنے میں بھی وہ حضرات لاثانی تھے۔ تلوار کے زور سے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کا انتساب ان کی شان کے منافی ہے۔ بہتان عظیم ہے۔ بدیہی حقائق کے بھی خلاف ہے۔ تلوار ملک فتح کر سکتی ہے' اقوام کو زیر کر سکتی ہے' عوام الناس کے دل نہیں جیت سکتی جیسا کہ اسلام نے کیا۔ دور جانے کی ضرورت نہیں اپنے برصغیر ہندوستان کی مثال حاضر ہے۔ یہاں تقریباً" ۴۰ کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ جو دنیا بھر میں سب سے بڑی مسلم جماعت ہیں۔ یہاں اسلام پھیلا تھا حق و صداقت' تقاضائے فطرت انسانی کے مطابق افکار و عقائد اور سادہ عبادات اور محبت بھری معاشرت اور سوسائٹی کے سبب سے! یہاں اشاعت اسلام بادشاہوں کی تلوار کے زور سے نہیں بلکہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری" حضرت بختیار کاکی" خواجہ نظام الدین اولیا" اور حضرت علی ہجویری" ایسے اولیاء کرام کی تبلیغی مساعی جمیلہ کی بدولت ہوئی تھی۔

فاتح مسلمانوں کے حسن اخلاق' رعایا سے ہمدردی و شفقت' انصاف پسندی' ظلم و ستم سے پاک نظام مملکت اور حق بجی دار رسید کے وطیروں نے مفتوحہ اقوام کے دلوں کو اسلام کی طرف کھینچا تھا۔

سٹنیلے لین پول نے خوب لکھا:

"اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ماننے والے کارلائل کا یہ پر مغز جواب بھول گئے ہیں کہ "اپنی تلوار کو قابو میں رکھو" تمہیں چاہیے کہ بیشتر اس کے کہ لوگ تمہاری جانوں کے لیے خطرہ بنیں' ان کے دل جیت لیں اور اسلام کے پہلے فاتحین "خدا کی راہ میں لڑنے والے" بنائے جانے سے بیشتر

مسلمان ضرور بنائے گئے ہوں گے"

(Studies in a Mosque by Stanely Lane Poole : 1966' p.86)

یہ کہنا کہ مسلمانوں نے اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا تھا سفید جھوٹ اور صریح کذب بیانی ہے۔ بہتان تراشی ہے۔ حقائق کو مسخ کرنا ہے' دراصل جہاد کے اسلامی نظریہ کو بدنام کرنے کی گھناؤنی سازش کا ایک مکروہ و مذموم حربہ ہے!

آئیں دیکھیں کہ ۱۴۰۰ سال کے طویل عرصہ میں دنیائے عیسائیت' اسلام کے مسئلہ جہاد کو سمجھ نہیں سکی ہے' اور اس بارے میں شدید اور مضحکہ خیز غلطیوں میں مبتلا ہے۔ تاریخ کلیسیا میں لکھا ہے:

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم ہے کہ بت پرستوں کو بزور شمشیر اسلام قبول کرایا جائے۔ لیکن توحید پرست عیسائی اور یہودی قابل برداشت ہیں۔ انہیں کچھ ٹیکس ادا کرنے ہوں گے۔ دراصل جہاد' یا ہر ممکن طریقہ سے اشاعت اسلام' نئے مذہب کا پانچواں ستون ہے"

(A History of Catholic Church

by Nobert Brockman : 1991' P.66)

پروفیسر فشر نے لکھا:۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ مشرک' مرتد اور بدعتی تہ تیغ کر دیئے جائیں لیکن یہودیوں اور عیسائیوں کو قرآن' جزیہ یا موت میں سے انتخاب کی اجازت تھی۔ عرب افواج پر شدید مذہبی جنون طاری تھا۔ وہ مال غنیمت اور ملک گیری کے لئے بیتاب تھیں"

(History of the Christian Cburch

by Prof. Dr. George Park Fisher D.D.' LL.D.1888' P.154)

تاریخ مسیحیت :- اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلائے جانے کے الزام کی صفائی میں اب ہم تاریخ عیسائیت کا تھوڑا سا مطالعہ کریں گے:

(۱) پادری ہیرس لکھتے ہیں "مشرق کلیساؤں میں بت پرستی بہت بڑھ گئی۔ چنانچہ ساتویں صدی میں محمدی حملوں سے کسی قدر اس کی صفائی بھی ہوئی" (تواریخ مسیحی کلیسا مصنفہ پادری کینن ڈبلیو پی ہیرس بی اے مطبوعہ ۱۹۳۹ء صفحہ ۳۰۰)

(۲) پادری رینفرڈ کا بیان وضاحتی ہے "مشرق میں قسطنطنیہ کا بادشاہ بشپ صاحب پر حکومت کرتا تھا۔ اس بادشاہ اور بہتوں نے مسلمانوں کے ساتھ لڑائیوں کے دوران اسلامی تعلیم کو کچھ کچھ سمجھا۔ بادشاہ نے کاہن اور مسیحی امت کے سردار کی حیثیت سے ۷۲۶ء میں حکم دیا کہ سب پاک تصاویر برباد کی جائیں۔ وہاں کے مسیحی باشندے ڈر کے مارے نہ بولے۔ پر مغرب کے سب مسیحیوں نے اس پر حیرت اور غم و غصہ کا اظہار کیا" (کلیسیاوی تواریخ مصنفہ فادر رینفرڈ اوایف کپ۔ مطبوعہ ۱۹۵۴ء صفحہ ۶۰)

ان مسیحی اقتباسات سے مسیحی دعویٰ باطل ہوا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تھا۔ اگر مسلمان اسلام پھیلانے کے لئے تلوار کو استعمال کرتے تو مسیحی لوگ اسلام قبول کرتے نہ کہ بت پرستی ترک کرتے!

مسلمانوں کے ساتھ لڑائیوں کی وجہ سے بت پرست مسیحیوں کو مسلمانوں کو دیکھنے سمجھنے کا معمولی سا موقع میسر آیا جس سے وہ مسلمانوں کی

توحید پرستی سے متاثر ہوئے اور سعید روحوں نے بت پرست عبادات کو خیر باد کہہ دیا!

البتہ تاریخ سے ایسی مثالیں مل سکتی ہیں جب عیسائیوں نے اشاعت مسیحیت کے لیے تلوار سے کام لیا۔ مثلاً لکھا ہے "پھر جنگ مقدس شروع ہو گئی جس کا مقصد یہ تھا کہ یورپ میں مسیحیت قبول نہ کرنے والے تمام یہودی تہ تیغ کر دیے جائیں"

(Christians Answer Muslims by Gerhard Nehls: 1980'P.63)

مسیحیوں پر یہودیوں کے احسانات ان گنت ہیں۔ سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ یہودیوں نے عیسائیوں کو ان کا (مسیح) خدا دیا تھا' خدائے عظیم و برتر دیا تھا! اپنے عظیم و لاثانی محسنوں کے ساتھ مسیحیوں کا یہ سلوک! توبہ! توبہ! یا للعجب!!

غیر مسیحی آگ میں جلائے گئے۔ بادشاہوں نے زبردستی' عیسائیت پھیلائی (کلیسیاوی تواریخ صفحہ ۷۲)

قدیم و جدید ادوار میں سرکاری اقتدار کو عیسائیت کی بالواسطہ اشاعت کے لئے استعمال کیا گیا۔ تاریخ کلیسیا میں لکھا ہے:

"۳۲۳ میں غیر مذہب کو باطل پرستش سے تعبیر کیا گیا" (صفحہ ۱۳۴)

"صدی کے اختتام سے پہلے ۳۹۵ء میں شہنشاہ تھیوڈوسیس کی سرپرستی میں غیر قوم کے مذہب کو غیر قانونی قرار دیا گیا اور بت پرستوں کو ایذا رسانی کا نشانہ بنایا گیا" (صفحہ ۱۳۵)

"یورپی اور نو آبادیاتی کلیسیائیں تاحال اپنے مسیحی ایمان کو مغربی

قدروں اور ثقافت سے منسلک کرتی رہی ہیں۔ اور مغربی قدریں اور ثقافت ہی ان کا مسیحی تشخص رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج تک ایشیا اور افریقہ میں مسیحی ایمان کو ایک اجنبی مذہب خیال کیا جاتا رہا ہے۔ المیہ تو یہ ہے کہ مسیحی ایمان کی آفاقیت کو سلطنت کے عالمگیر سیاسی دعووں میں مدغم کر دیا گیا اور اسی طرح مختلف سیاسی اور ثقافتی ورثوں کو ہڑپ کیا گیا" (تاریخ کلیسیا مصنف جان سی دوائیا' ترجمہ عمانوایل نیو مطبوعہ ۱۹۹۳ء صفحہ ۱۸۶)

مزید پڑھئے:

"سورج پرستی کے مذہب متھرا ازم کی بیخ کنی میں عیسائیت کا کردار مرکزی تھا۔ عیسائیوں کو متھرا ازم سے چڑ تھی۔ ترتلیان اسے اپنے سچے مذہب کی شیطانی نقل پکارتا تھا۔ چنانچہ عیسائی' متھرا مندروں میں گھس جاتے' کلہاڑوں سے تباہی مچاتے اور بتوں کو توڑ ڈالتے۔

(A Lion Handbook : The World's Religions : 1982, P.89

جزیہ :- وضاحت کی جا چکی ہے کہ اسلام دین برحق ہے۔ لہٰذا دیگر مذاہب کے پیرو کاروں کو دعوت دی جاتی ہے کہ اسلام قبول کر لیں۔

چونکہ کافرانہ نظام اور غیر الٰہی اصول و قواعد جہانبانی خلق خدا کو امن چین اور سکون مہیا نہیں کر سکتے' ان سے انصاف کا قیام ناممکنات سے ہے۔ اس لئے انہیں کہا جاتا ہے کہ اگر تم نے اسلام قبول نہیں کرنا ہے تو پھر مملکت کی باگ ڈور ہمارے حوالہ کر دو اور جزیہ دیا کرو۔

اگر یہ بھی منظور نہیں ہے تو جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

خیال رہے کہ اسلامی نظریہ جہاد بائبل کے اصولوں جنگ سے بہت

سہل، معقول تر اور بنی نوع انسان کے لئے کہیں زیادہ رحمت اور شفقت سے لبریز اور ہر لحاظ سے معترضین کے منہ بند کرنے والا ہے۔ اسلام کفار کی عاقبت سنوارنی چاہتا ہے جبکہ یہودی شریعت سے ہوس ملک گیری، ظلم اور ہلاکت ٹپکتی ہے۔ تورات میں مرقوم ہے!

"جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا۔ اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگزار بن کر تیری خدمت کریں اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہیے تو تو اس کا محاصرہ کرنا اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپائیوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو کھانا۔ ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے بہت دور ہیں اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں۔ پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتانہ بچا رکھنا بلکہ تو ان کو یعنی حتی اور اموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا تیرے خداوند خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا" (بائبل، استشنا ۲۰: ۱۰ تا ۱۷)

اسلامی مملکت میں مسلمان جو ٹیکس سرکار کو ادا کریں اسے زکوٰۃ کہتے ہیں۔ اس کی شرح ڈھائی فیصد سالانہ ہے۔ اسی طرح اسلامی مملکت کی غیر مسلم رعایا جو ٹیکس حکومت کو دے وہ جزیہ کہلاتا ہے۔ جس کی شرح زکوٰۃ

سے کہیں کم ہوتی ہے۔ یعنی جزیہ کی ادائیگی میں کوئی خصوصیت یا غیر مسلموں پر ظلم و زیادتی والی کوئی بات نہیں ہوتی ہے۔

جزیہ اور خراج تاریخ عالم کی موجود و مستعملہ اصطلاحات ہیں۔ اسلام میں یہ کوئی نئی یا اجنبی کا چیز نہیں ہے۔ خود بائبل میں ایسی بہتیری مثالیں موجود ہیں۔

(i) اخسویرس بادشاہ خراج لیتا تھا (آستر ۱۰) یہودی فرعون مصر کو خراج دیتے تھے (۲۔ سلاطین ۲۳: ۳۵) یہودی شاہ فارس کو خراج دیتے تھے۔ (عزرا ۴: ۱۳) موآبی خادم بن کر داؤد کے لئے ہدیے لایا کرتے تھے (۲۔ سموئیل ۸: ۲)

(ii) خود مسیح خداوند قیصر روم کو جزیہ دینا برحق سمجھتا تھا (متی ۲۲: ۱۷، ۲۱، ۲۵؛ لوقا ۲۰: ۲۲) مسیح سے سوال کیا گیا "ہمیں قیصر کو خراج دینا روا ہے یا نہیں؟" مسیح نے جواب دیا "پس جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو" (انجیل متی ۲۲: ۲۱)

(iii) پولوس کا حکم ہے "سب کا حق ادا کرو۔ جس کو خراج چاہیے خراج دو، جس کو محصول چاہیے محصول دو، جس سے ڈرنا چاہیے اس سے ڈرو، جس کی عزت کرنا چاہیے اس کی عزت کرو" (رومی ۱۳: ۷)

چنانچہ کلیسیا کی تعلیم ہے "ملکی حاکموں کا فرض ہے کہ وہ ملک کے سب باشندوں کی بہتری و بہبودی کا انتظام کریں۔ اس لئے انہیں اختیار ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کیلئے قوانین نافذ کریں، جھگڑوں کا فیصلہ کریں، مجرموں کو سزائیں دیں اور دشمنوں کے حملوں اور قدرتی آفات سے ملک کی

حفاظت کریں انہیں شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرنی اور انصاف سے محصول اور جزیہ لینا چاہیے۔"

"ملک کے باشندوں کا فرض ہے کہ وہ ملک کے قوانین کے پابند رہیں۔ حاکموں اور عہدیداروں کا احترام کریں۔ رفاہ عامہ کے لیے ان سے تعاون کریں، محصول اور جزیہ ادا کریں اور ضرورت کے وقت ملک کی حمایت کی خاطر اپنی جان قربان کرنے سے بھی گریز نہ کریں۔"

(کاتھولک مسیحی کلیسیا کی تعلیم شائع کردہ پاکستان ورنیکلر کاتھولک ٹرتھ سوسائٹی مطبوعہ ۱۹۸۱ صفحہ ۱۷۲)

یعنی ہر لحاظ سے جزیہ ایک معمولی اور اقوام عالم کا مسلمہ وطیرہ اور اصول ہے۔ اسے مذہبی حکم سمجھ کر ادا کیا جانا چاہیے۔

جزیہ کا حکم قرآن مجید (۹ : توبہ : ۲۹) میں وارد ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخر میں مکہ مکرمہ فتح ہوا تھا۔ فتوحات کا زمانہ صحابہؓ کرام نے دیکھا تھا۔ ایسے احکام پر عملدرآمد اسی دور میں ممکن تھا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا (تفسیر ابن کثیرؒ اردو جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ کالم ۱)

ہم توجہ دلانے کی عزت حاصل کریں گے کہ کافروں سے متعلق بائبل کے مقابلہ میں اسلامی سلوک کہیں نرم، رحمدلانہ اور مشفقانہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کفار مکہ نے مار پیٹ، قید، قتل، بھوک، جلا وطنی غرضیکہ ہر قسم کے مظالم دل کھول کر ڈھائے تھے لیکن

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو ان سب کو معاف فرما دیا تھا بلکہ بڑے بڑے معاندین کے گھروں کو پناہ گاہیں قرار دیا تھا!

بائبل اور غیر اقوام:۔ بائبل کے متعدد حوالوں سے "غیر اقوام کی توہین و تذلیل" مترشح ہے:

(i) خود مسیح نے غیر اسرائیلیوں کو کتے پکارا (انجیل متی ۱۵: ۲۶) کتے اور سؤر ہیں (متی ۷: ۶) پولوس کی ہدایت ہے "کتوں سے خبردار رہو" (فلپی ۳: ۲)

مالک نافرمان نوکر کو کوڑے لگا کر اسے بے ایمانوں میں شامل کرے گا (لوقا ۱۲: ۴۶)

اگر کوئی اپنوں اور خاص کر اپنے گھرانے کی خبر گیری نہ کرے تو ایمان کا منکر اور بے ایمان سے بدتر ہے (۱۔ تیم ۵: ۸)

بے ایمانوں کے ساتھ ناہموار جوئے ہیں نہ جتو کیونکہ راستبازی اور بے دینی میں کیا میل جول؟ یا روشنی اور تاریکی میں کیا شراکت؟ مسیح کو بلیعال کے ساتھ کیا موافقت؟ یا ایماندار کا بے ایمان کے ساتھ کیا واسطہ؟ اور خدا کے مقدس کو بتوں سے کیا مناسبت ہے؟ (۲۔ کرنتھی ۶: ۱۴ تا ۱۶)

خدا نے بے ایمانوں کی عقلوں کو اندھا کر دیا ہے تاکہ مسیح کے جلال کی خوشخبری ان پر نہ پڑے (۲۔ کرنتھی ۴: ۴)

بے ------ ایمانوں ------ کا حصہ آگ اور گندھک سے جلنے والی جھیل میں ہوگا (مکاشفہ ۲۱: ۸)

غیر اقوام تو غیر اقوام ٹھہریں ایسا بھی معلوم ہوتا ہے کہ پیغام مسیح کی اطاعت

قبل التحد ہ مخصوص افراد کے لیے تھا۔ چنانچہ لکھا ہے:

"جب وہ اکیلا رہ گیا تو اس کے ساتھیوں نے ان بارہ سمیت اس سے ان تمثیلوں کی بابت پوچھا۔ اس نے ان سے کہا کہ تم کو خدا کی بادشاہی کا بھید دیا گیا ہے۔ مگر ان کے لیے جو باہر ہیں سب باتیں تمثیلوں میں ہوتی ہیں تاکہ وہ دیکھتے ہوئے دیکھیں اور معلوم نہ کریں اور سنتے ہوئے سنیں اور نہ سمجھیں ایسا نہ ہو کہ وہ رجوع لائیں اور معافی پائیں" (انجیل مرقس ۴: ۱۰تا ۱۲)

(ii) اب ہم بزبان خداوندی (نعوذ باللہ) موسیٰ کی سرکردگی میں انتقام کا ایک قصہ پڑھتے ہیں۔ جب بنی اسرائیل مصر سے فلسطین کو آ رہے تھے تو راستے میں مدیان نامی بت پرست قوم سے واسطہ پڑا یہودی مدیانی عورتوں کے پیچھے لگ کر بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے (گنتی باب ۲۵) موسیٰ کی زندگی کے آخر میں خدا نے موسیٰ سے کہا کہ مدیانیوں سے بنی اسرائیل کا انتقام لے۔ حالانکہ غلطی یہودیوں کی تھی۔ انہوں نے ایک خدا کی عبادت چھوڑ کر مدیانی عورتوں سے زنا کاری کے شوق میں بت پرستی کیوں اختیار کی تھی؟ اور پھر اس میں قصور وار صرف مدیانی عورتیں تھیں لیکن انتقام کی آگ میں مدیان کی ہر شے کو جلنا پڑا۔

بہر کیف کتاب گنتی باب ۳۱ میں تفصیل سے مذکور ہے کہ ۱۲ ہزار یہودیوں نے حملہ کر کے تمام مدیانی مرد قتل کر ڈالے۔ چوپائے، بھیڑ بکریاں اور سب مال اسباب لوٹ لیا اور ان کے شہر، سکونت گاہیں، چھاؤنیاں نذر آتش کر کے عورتوں اور لڑکوں سمیت واپس لوٹے لیکن موسیٰ ان سے خفا

ہوا۔ چنانچہ سب لڑکے اور جتنی عورتیں مرد کا منہ دیکھ چکی تھیں ان کو بحکم موسیٰ قتل کیا گیا اور مرد سے ناواقف اور اچھوتی لڑکیاں اپنے لئے زندہ رکھی گئیں۔

واضح ہو کہ آج بیسویں صدی میں بھی طبی سائنس تمام تر ترقیوں اور بام عروج پر پہنچنے کے باوجود کسی لڑکی کا کنوارپن معلوم کرنے کے لیے کوئی طریقہ یا آلہ ایجاد نہیں کر سکی۔ اس کے لیے لڑکی کا جسمانی مشاہدہ ضروری ہوتا ہے' چنانچہ موزوں معائنہ کے بعد "مرد سے ناواقف اور اچھوتی" عورتیں ۳۲ ہزار کی تعداد میں نکلی تھیں۔

اور خود یہودیوں میں سے ایک بھی مرد قتل نہیں ہوا تھا!

(iii) حکم خداوندی ہے:

"سو خبردار رہنا کہ جس ملک کو تو جاتا ہے اس کے باشندوں سے کوئی عہد نہ باندھنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے لئے پھندا ٹھہرے بلکہ تم ان کی قربان گاہوں کو ڈھا دینا اور ان کے ستونوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اور ان کے یسیرتوں کو کاٹ ڈالنا" (خروج ۳۴: ۱۲' ۱۳)

"جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور ان کو مارے تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا' تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ ان پر رحم کرنا۔۔۔۔۔ ان کے مذبحوں کو ڈھا دینا اور ان کے ستونوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اور ان کی یسیرتوں کو کاٹ ڈالنا اور ان کی تراشی ہوئی مورتیں آگ میں جلا دینا" (استثناء ۷: ۲' ۵)

بائبل کی کتاب یشوع میں ان احکام کی تعمیل کی تفصیلات مرقوم ہیں۔

بنی اسرائیل نے بسن کے بادشاہ عوج کو اس کے بیٹوں اور سب لوگوں کو یہاں تک مارا کہ اس کا کوئی باقی نہ رہا اور اس کے ملک کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔" (گنتی آخر باب ۲۱)

(iv) فلسطینی اقوام بت پرست تھیں' اللہ پاک کو یہودیوں کے ہاتھوں انھیں بت پرستی کی سزا دینا منظور تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ فلسطین یہودیوں کو ان کی نیکی اور تقدس کی وجہ سے نہیں دیا گیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ سے کیے گئے وعدوں کا لحاظ کیا تھا الفاظ بڑے سادہ اور واضح ہیں استثنا ابواب ۸'۹)

فلسطینیوں سے انتقاماً" اتنا سخت سلوک روا رکھا گیا۔ چھوٹی سزا بھی مل سکتی تھی۔

قرآن مجید میں اتنی سخت سزائیں جائز نہیں رکھی گئیں ۔ بت پرست اپنی املاک پر قابض رہتے ہیں۔ بستے رہتے ہیں۔ معمولی اور نہایت آسان قواعد ضوابط کا پاس کرنا ہوتا ہے۔

بائبل میں بنی اسرائیل کو کنبہ پروری اور بغض کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور ان سے تعاون نہ کرنے والوں پر توبہ کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند رکھے گئے ہیں۔ حکم خداوندی ہے:

"کوئی عمونی یا موآبی خداوند کی جماعت داخل نہ ہو۔ دسویں پشت تک ان کی نسل میں سے کوئی خداوند کی جماعت میں کبھی نہ آنے پائے ----- تو اپنی زندگی میں کبھی ان کی سلامتی یا سعادت کا خواہاں نہ ہونا" (تفصیلات استثنا باب ۲۳)

مسیحیوں کا مفتوح اقوام سے حسن سلوک تو کجا بات ٹھہری۔ مغربی طاقتوں نے عظیم چینی قوم کو محض اس لئے افیم خوری کی جہنم میں دھکیلا تھا کہ وہ عیسائی مشنریوں کو اپنے ملک میں داخل نہیں ہونے دیتی تھی(تفصیلات کے لیے دیکھیں پروفیسر فشر کی تاریخ کلیسا صفحہ ۵۹۱)

سوال (۳) سب سے بڑا اعتراض وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت پر کرتے ہیں کہ از روئے قرآن ہمارا نبی چار دن کا بچہ اپنی نبوت کا اعلان کر رہا ہے۔ اور تمہارا نبی چالیس سال کی عمر میں نبوت کا اعلان کرتا ہے۔ افضل کون ہوا؟

جواب اس عنوان کا پس منظر جاننا ضروری ہے۔

(i) انجیل متی کے نسب نامہ میں مسیح کو ابن داؤد بتایا گیا ہے۔
یعقوبؑ کا ایک بیٹا یہوداہ بھی تھا۔ اس کی بہو تمر کسبی کا بھیس بدل کر جنگل میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یہوداہ نے لاعلمی میں اس سے زنا کیا تو جڑواں بچے فارص اور زارخ پیدا ہوئے (تفصیلات بائبل کی کتاب پیدائش ب ۳۸)
یوں مسیح کا ایک جدامجد داؤد' فارص حرامزادہ کی نسل سے تھا (نعوذ باللہ)

(ii) اس زمانہ میں تمر ایسی زانیہ کی سزا جلائی جانا تھی (پیدائش ۳۸: ۲۴)

(iii) شریعت موسوی کا ایک اصول ہے:
"کوئی حرامزادہ خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو۔ دسویں پشت تک اس کی نسل میں سے کوئی خداوند کی جماعت میں نہ آنے پائے" (استثنا

یعنی کوئی حرامزادہ قوم بنی اسرائیل میں سے شمار نہ کیا جائے' قوم اسرائیل کا عام فرد بھی نہ سمجھا جائے۔ ایسا شخص بنی اسرائیل کے تقدس سے محروم ہو گیا۔ وہ اسرائیلی عورت سے شادی نہ کر سکے گا۔

"دسویں پشت" سے مقصود محض زیادہ تعداد جتانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حرامزادہ کی نسل سے ہمیشہ کے لیے کوئی بھی شخص خداوند کی جماعت میں آنے نہ پائے گا۔

تفصیلات کے لیے دیکھیں۔

(1) A Commentary on the Holy Bible by the Rev. J. R. Dummelow M.A.1994'p.132' col.2)

(2) Pentateuch and Haftorahs edited by Dr. J. H Hertz C.H late Chief Rabbi of the British Empire: 1979' P.846' Col. 2

(iv) یہ بھی شریعت موسوی ہے کہ:

"جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے" (استثنا ۲۱:۲۳)

یعنی یہودی مسیح کو ملعون سمجھتے تھے۔

(v) شاہ جیمز کی بائبل' ریوائزڈ ورشن' ریوائزڈ سٹینڈ ڈورشن اور نیو انٹرنیشنل بائبل کے مطابق:

"جسے تم نے قتل کیا اور درخت پر لٹکا کر پھانسی دی" (اعمال ۵:۳۰)

"مسیح جو ہمارے لعنتی بنا' اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت

سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے" (گلتی ۳: ۱۳)

یعنی عیسائی عقیدہ میں بھی مسیح لعنتی ہے۔

مسیح بارے یہودی عقیدہ آج بھی یہودی احادیث و روایات کی کتاب "تالمود" میں بصراحت تمام مندرج ہے:

"پنتیھر نامی رومی سپاہی کے ناجائز بیٹے کی حیثیت سے پیدا ہوا۔ یسوع (یونانی یشوع) جادو کے کام کرتا تھا۔ داناؤں کا مزاق اڑاتا تھا۔ لوگوں کو بھکاتا تھا اور انتشار پھیلاتا تھا۔ اپنے گرد پانچ شاگرد اکٹھے کیے۔ عید فسح کی شام کو پھانسی پر لٹکایا (صلیب دیا) گیا" (انسائیکلو پیڈیا برٹینکا مطبوعہ ۱۹۷۴ء جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۵ کالم ۱)

ان حالات میں مسیحی ترجمان کا قرآن مجید کی طرف منسوب سارا بیان درست نہیں تاہم قابل مطالعہ ضرور ہے:

"یہودی فقہاء نے یسوع اور اس کی ماں مقدسہ مریم کو آپ کی اس بیگناہی کے خلاف (نعوذ باللہ) بدکارہ اور سیاہ کار عورت گروانتے ہوئے ان دونو ماں بیٹا کو سنگسار کرنے کا فیصلہ کر لیا تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ جس کی مسیحی روایت موجود ہے۔ لیکن قرآن مجید نے اپنے اوراق حسنہ میں اس واقعہ کا یوں کھل کر اظہار فرمایا ہے کہ جب یہ لشکر تعصب کی آگ میں جلتا بجھتا ہوا یوسف نجار کے گھر پہنچا تو فقہا نے بڑی ہی بدتمیزی اور ترش روئی سے مقدسہ مریم سے پوچھا کہ اے عورت بتا اس بچے کا باپ کون ہے؟ مقدس مریم نے بڑی ہی سنجیدگی کے ساتھ یسوع کی طرف انگلی سے

تحقیق کرکے دیکھ لو کہ اس بچے ہی سے پوچھے کہ اس کا باپ کون ہے۔ یہ جواب سن کر تمام لوگ ششدر پنگھوڑے کے گرد کھڑا ہوا۔ یہ معصوم جو ابھی بول بھی نہیں سکتا تھا اچانک آسمان کی طرف انگلی کر کے فرمایا کہ خدا کا بندہ ہوں اور اس ہی کی طرف سے بھیجا گیا ہوں" ("کاتھولک نقیب" یکم اگست

(۱۹۶۰ء)

یہودی اور مسیحی عقائد و نظریات میں سے بعض کی بروقت اور بعض کی تردید میں سورۃ مریم کی آیات ۲۷ تا ۳۳ نازل ہوئیں۔ جن میں یسوع کو نبی بتایا گیا جس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسطور بالا میں مسیحیوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔

عام انسانوں کی طرف اللہ تعالیٰ کے پیغام بر کو نبی کہتے ہیں۔
نبی اللہ تبارک و تعالیٰ کا انتہائی مقرب بندہ اور اپنے وقت میں اللہ پاک کی نہایت برگزیدہ شخصیت ہوتی ہے نبی اللہ کریم کی بے حد و حساب رحمتوں اور برکتوں کا مورد ہوتا ہے۔ نبی اللہ پر ہر لحظہ الطاف و عنایات الٰہیہ کی موسلا دھار بارشیں برستی ہیں۔ نبی پر وحی الٰہی اترتی ہے، نبی کے پاس احکام و فرامین الٰہی نازل ہوتے ہیں جنہیں وہ عام انسانوں تک پہنچاتا ہے تاکہ وہ ان کی روشنی میں زندگیاں گزار کر رضاء الٰہی حاصل کر سکیں اور ان کی دنیا و آخرت سنورے۔ نبی کا خاندان ہر لحاظ سے پاکیزہ، معزز اور مثالی ہوتا ہے۔ نبی اخلاق، کردار اور روحانی لحاظ سے بلند ترین مقام پر فائز ہوتا ہے۔ نبی اپنے وقت میں نیکی اور بدی کا معیار ہوتا ہے۔ نبی سے کوئی بھی قابل مذمت نمائی فعل سرزد نہیں ہوتا۔

اللہ جل شانہ نے خود حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے انہیں نبی کہلوا کر یہودی مخاطبین کی بدگمانیوں کا ازالہ فرمایا نیز مستقبل میں آنے والے (مسیحی) گمراہوں کی ہدایت کا بھی اہتمام فرمایا۔

چار روزہ مسیح کا پنگوڑے میں کلام وقت کا اشد تقاضا تھا فضیلت نہیں تھا!

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مسیح علیہ السلام کی پوزیشن کی صفائی میں نکلا ہوا کلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مسیح علیہ السلام کی فضیلت کا سبب کیسے بن سکتا ہے؟

تصور کی آنکھوں سے دیکھئے کہ گاؤں کے ایک شخص پر کچھ الزامات لگتے ہیں۔ اس کے حمائتی پریشان ہیں۔ جب پنچائت بیٹھتی ہے تو گاؤں کا نمبردار اٹھ کر ملزم پر سے تمام الزامات کی بطریق احسن صفائی پیش کرتا ہے۔ تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کرتا ہے۔ ایسے میں متاثرہ فرد کے دوست احباب کا فرض ہے کہ نمبردار کے حضور احسان مندی کا اظہار کریں نہ کہ الٹا نمبردار پر اپنے ساتھی کی فضیلت جتانے کی بے وقت راگنی الاپنے لگیں اور دنیا والوں کے سامنے نشانہ تضحیک بنیں۔

"چار روزہ" بچے کی نبوت کا اعلان کرنے کی وضاحت پر اکتفا کیا جانا چاہیے۔ ویسے مسیح تیس برس کی عمر میں تعلیم دینے لگا تھا (لوقا ۳ : ۲۳) اور زیادہ سے زیادہ ۳۳ برس عمر پائی تھی۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں فریضہ نبوت ادا کرنے کا حکم ہوا تھا۔ یہ حکمت خداوندی کی باتیں ہیں جن کا متعلق

انبیاء کرام کی فضیلت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سوال (۴) تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک غلام زیدؓ جسے آزاد کرنے کے بعد منہ بولا بیٹا قرار دیا تھا، کو خود ہی حکم دیا کہ اسے طلاق دیدو اور بعد از طلاق خود اس سے نکاح کر لیا۔ کیوں؟

(ii) نیز کم عمر بچیوں اور پہلا نکاح بیوہ عورت سے کرنے کا مقصد کیا تھا؟ کیا تمہارا نبی صرف نکاح ہی کرنے آیا تھا؟ آخر اتنے نکاح کرنے کی ضرورت کیا تھی؟

جواب۔ قصہ زیدؓ و زینبؓ:۔ زیدؓ بن حارثہ کم عمری میں بطور غلام فروخت ہوئے تو حضرت خدیجہؓ نے انہیں خرید لیا۔ جب محترمہ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو زیدؓ کو آپؐ کی خدمت کے لیے پیش کر دیا۔

ایک تجارتی سفر میں زید شام کو گئے تو وہاں ان کی پہچان ہو گئی۔ ان کے والد اور چچا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور معاوضہ دیکر اپنا بیٹا لیجانا چاہا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاوضہ کی ضرورت نہیں" اگر زید چاہے تو آپ کے ساتھ جا سکتا ہے۔ لیکن زیدؓ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق سے بے حد متاثر تھے، نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں رہنا پسند کیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ کو آزاد کر کے اپنا متبنیٰ، لے پالک یا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔ اور لوگ اس دور کی رسم کے مطابق زید کو زید بن محمد (صلی

اللہ علیہ وسلم) پکارنے لگے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ بڑے معزز اور اعلیٰ خاندان سے متعلق تھیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ کے ساتھ زینبؓ کے نکاح کی تجویز پیش فرمائی تو زینبؓ نے اپنے اونچے خاندان اور ایک عام خاندان کے (اور وہ بھی!) آزاد کردہ پردیسی غلام کے معمولی رشتہ کو ناپسند کیا۔ محترمہ کے بھائی نے اس فیصلہ کی تائید کی۔ اس پر سورۃ ۳۳ احزاب: ۳۶ نازل ہوئی (آیہ کریمہ ۳۷ میں یہ قصہ ضروری تفاصیل سے مزکور ہے) کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد یا عورت کو حکم دے تو اسے بلا چون و چرا تسلیم کیا جانا چاہیے۔ اس کی تعمیل میں حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی نے خاندان اور قومی تفریقات کو پس پشت ڈالتے ہوئے رشتہ منظور کر لیا۔ چنانچہ حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ کی شادی ہو گئی۔

لیکن حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ کے مزاجوں میں عدم موافقت کے سبب بمشکل ایک سال ہی نباہ ہو سکا۔ حضرت زیدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بی بی زینبؓ کو چھوڑنے کا ارادہ ظاہر کرتے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منع فرماتے کہ پہلے ہی یہ رشتہ زینبؓ کو منظور نہیں تھا۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ رشتہ طے ہو گیا تو اب اسے چلنا چاہیے۔ چھوڑ دینے کی صورت میں مطلقہ زینبؓ کی پوزیشن مزید گرے گی۔ معترضین اور منافقین کو باتیں بنانے کے موقع ملے گا پر بات بن نہ سکی۔

عرب منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا قرار دیتے تھے اور اس کی بیوہ یا مطلقہ بیوی کے ساتھ نکاح برا خیال کیا جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بد طینت، جاہل اور منافق لوگوں کے ابتلاء میں پڑنے سے ڈرتے کہ وہ اس بات پر بدگمانی یا بدگوئی کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کر بیٹھیں۔ لیکن اللہ پاک کو اس رواج کو توڑنا مقصود تھا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے، اس معاملہ کی مدد سے یہ بتانا ضروری تھا کہ طلاق لاکھ بری چیز ہے تاہم معاشرہ کا ایک باقاعدہ عمل ہے۔ طلاق داغ ضرور ہے لیکن عیب نہیں کہ ایسی عورت کو کمتر سمجھا جائے۔ اماں عائشہؓ کے سوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج بیوہ تھیں۔ مطلقہ کوئی نہیں تھی۔ امت کے واسطے نمونہ قائم کرنے کے لئے حضرت زینبؓ کا انتخاب موزوں تھا۔ بی بی زینبؓ اور ان کے بھائی شروع سے ہی یہ نیت رکھتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ کو منتخب فرمایا۔ اب بی بی زینبؓ کی دلجوئی اور تلافی اسی صورت میں ممکن تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بی بی صاحبہ کو خود اپنے عقد میں قبول فرمائیں۔ چنانچہ اللہ جل جلالہ کے خاص حکم سے بی بی زینبؓ کو امہات المومنین میں شمولیت کا شرف بخشا گیا۔ رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہم اجمعین۔

متبنّیٰ:۔ کسی دوسرے کے بیٹے کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لینا بت پرست معاشروں کا عام رواج تھا۔ اس کا پرزور توڑ ضروری تھا۔ فرعون کی بیٹی نے موسیٰ کو اپنا بیٹا ٹھہرایا تھا (خروج ۲:۱۰) عزیز مصر حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تھا (سورۃ یوسف آیت ۲۱)

ہندوؤں میں یہ سلسلہ منظور و مقبول ہے۔ منہ بولے بیٹے کو مثل صلبی بیٹے کے باپ کا ورثہ ملتا ہے۔ اس وقت ہماری نظر سے صفحات کے رسالہ بعنوان "نیوگ کے موجد کون تھے" مولفہ منشی شرما رام پر ہے۔ یہ حالت مجبوری تھی۔ اس کی معروف صورتیں بیان کی جاتیں ہیں۔ دیگر بھی کئی دلچسپ بحثیں اور معلومات درج ہیں۔ قارئین کو بار خاطر سے بچانے کے لیے ان کا ذکر نہیں کیا جا رہا۔

(۱) نیوگ کی سادہ ترین صورت یہ ہے کہ بے اولاد جوڑا اپنی ذات کے کسی جوڑے سے لڑکا حاصل کر کے اسے بیٹا بنا لے۔

(۲) مرد رنڈوا ہو جائے یا عورت رانڈ رہ جائے اور خواہش اولاد ہو۔

(۳) خاوند نامرد، دائم المریض یا لا علاج ہو۔ یا بیوی بانجھ، دائم المریضہ یا بچہ پیدا کرنے کے ناقابل ہو۔

(۴) خاوند کی مفقود الخبری اور عرصہ تک جدائی سے مفارقت دائمی مفہوم ہو یا کسی خاص عرصہ تک ملاپ کی امید منقطع ہو چکی ہو۔

(۵) خاوند کے مرنے کے بعد بھی نیوگ کیا جا سکتا ہے۔

(۶) خاوند کی حین حیات میں اس کی اجازت سے نیوگ۔

نیوگ کی اجازت گیارہ خاوندوں تک ہے۔ یعنی پہلے کے پاس جانے سے اولاد نہیں ہو سکی تو دوسرے کے پاس جائے۔

ان صورتوں میں مرد کسی خاوند یا عورت کے ورثہ سے اجازت لیکر اس سے بیٹا پیدا کر کے لے سکتا ہے۔ عورت کسی دوسرے مرد سے بیٹا حاصل کر سکتی ہے اور وہ اس کے خاوند کے نام سے چلے گا۔

نیوگ اور زنا میں وہی فرق ہے جو مزدوری (روپیہ حاصل کرنے کے لیے جائز وسیلہ) اور چوری (زنا جائز وسیلہ)، بیاہ (برادری، رشتہ داروں اور ورثہ کے روبرو مرد عورت کو اور عورت مرد کو صحبت کے لیے قبول کرتی ہے) اور زنا (بغیر ایسے باقاعدہ عہد و پیمان کے صحبت) میں ہے۔

نیوگ بیاہ کی طرح ہے۔ یعنی مجبور مرد کسی عورت سے اس کے خاوند یا جائز ورثہ کی اجازت سے خاص قسم کے علانیہ قول و اقرار کر کے صحبت کرتا ہے۔ ایسے ہی عورت مذکورہ، مجبوریوں کی حالت میں علانیہ عہد و پیمان کر کے کسی مرد سے اولاد حاصل کر سکتی ہے۔ پس نیوگ ایک جائز مجامعت ہے۔ بیاہ کا منشاء جائز وسیلہ سے اولاد پیدا کرنا ہے اور نیوگ کا بھی۔ شہوت پرستی دونو میں ممنوع!

اب زمانہ بہت ترقی کر چکا ہے۔ روزنامہ "خبریں" لاہور قمطراز ہے:

"کرائے کی ماں چاہیے"!

"نئی دہلی (انٹرنیشنل ڈیسک) اخلاقی اقدار کی تباہی و بربادی میں اس وقت بھارت بلند ترین مقام پر کھڑا ہے۔ اور گزشتہ دنوں "کرائے کی ماں" کے لیے شائع ہونے والا اشتہار اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ یہ اشتہار ایک بے اولاد جوڑے کی طرف سے دیا گیا تھا۔ جس کے جواب میں ۲۵ سے زیادہ خواتین نے رضا مندی کا اظہار کیا۔ اشتہار میں لکھا تھا کہ ایک خوشحال اور پڑھے لکھے بے اولاد جوڑے کو کرائے کی ماں درکار ہے۔ نوجوان مطلقہ، شادی شدہ یا غیر شادی شدہ خواتین رابطہ کر سکتی ہیں۔ شادی شدہ خواتین

کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے شوہر کی رضامندی سے ملنے آئیں۔ کرائے کی ماں کو اس خدمت کے لئے صلہ میں خطیر معاوضہ دیا جائے گا۔ اور تمام معاملات کو صیغۂ راز میں رکھا جائے گا" (خبریں ۹۵-۴-۲۱)

یہودیت اصلا" ایک توحید پرست اور آسمانی ہدایت پر مشتمل کتاب "تورات" پر مبنی مذہب تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ اس شریعت میں بہت ردوبدل اور ایزا دو تخفیف ہو گئی۔ بت پرستی کھلے ہاتھوں در آئی۔ چنانچہ "منہ بولا بیٹا" بنانے کی لت ان میں بھی تھی۔ صاف الفاظ ہیں:

"اگر کئی بھائی ملکر ساتھ رہتے ہوں اور ایک ان میں سے بے اولاد مر جائے تو اس مرحوم کی بیوی کسی اجنبی سے بیاہ نہ کرے بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اس کے پاس جاکر اسے اپنی بیوی بنا لے اور شوہر کے بھائی کا جو حق ہے۔ وہ اس کے ساتھ ادا کرے۔ اور اس عورت کے جو پہلا بچہ ہو وہ اس آدمی کے مرحوم بھائی کے نام کا کہلائے تاکہ اس کا نام اسرائیل میں سے مٹ نہ جائے" (استثنا ۲۵: ۵-۶) آگے مرد کے ایسا نہ کرنے پر اس کی سزا مذکور ہے۔

ہندو مت میں ویاس جی کو خدا کا ۲۱ واں اوتار یعنی مجسم خدا مانا جاتا ہے۔ ویاس جی نے خود نیوگ پر عمل کر کے تین اولاد پیدا کیں۔ ہندو کتب مقدسہ رشیوں، مہرشیوں، برہمنوں اور راجاؤں کے نیوگ کے تزکروں سے بھری پڑی ہیں۔

خدا سے متعلق یہودی عقیدہ بھی اسی قسم کا ہے مثلاً سب یہودی خدا کے بیٹے بلکہ پہلوٹھے بیٹے ہیں (خروج ۴: ۲۳) سلیمانؑ خدا کا بیٹا اور خدا

اس کا باپ (۱۔ تواریخ ۲۲: ۱۰) خدا اسرائیل کا باپ اور افرائیم اس کا پہلوٹھا (یرمیاہ ۳۱: ۹) تھا

تورات سے پیشتر بھی یہودی اجداد میں یہ رسم جاری تھی۔ ابراہیم کی بانجھ بیوی سارہ نے مصری لونڈی ہاجرہ سے 'اسماعیل' بیٹا حاصل کیا (پیدائش ۲:۱۶۔۳) اسی طرح یعقوب کی بیویوں راخل (پیدائش ۳۰: ۳) اور لیاہ (پیدائش ۳۰: ۹ تا ۱۲) نے اپنی لونڈیاں بلہاہ اور زلفہ اپنے خاوند کو پیش کر کے ان سے اپنے لے پالک بچے پائے' مزید لکھا ہے:

"تب یہوداہ نے اونان سے کہا کہ اپنے بھائی کی بیوی کے پاس جا اور دیور کا حق ادا کرتا کہ تیرے بھائی کے نام سے نسل چلے۔ اور اونان جانتا تھا کہ یہ نسل میری نہ کہلائے گی۔ سو یوں ہوا کہ جب وہ اپنے بھائی کی بیوی کے پاس جاتا تو نطفہ کو زمین پر گرا دیتا تھا کہ مبادا اس کے بھائی کے نام سے نسل چلے۔ اور اس کا یہ کام خداوند کی نظر میں بہت برا تھا اس لئے اس نے اسے بھی ہلاک کیا" (پیدائش ۳۸: ۸ تا ۱۰)

مسیحی یہودی شریعت کو نظریاتی طور پر صحیح اور کلام الٰہی مانتے لیکن عملاً" اس کے انکاری اور اسے لعنت کہتے ہیں لہٰذا مذکورہ حوالہ کی رو سے وہ بھی منہ بولا بیٹا بنانے کے نظریہ کو درست مانتے ہیں۔ مخصوص مسیحی کتب مقدسہ میں بھی اس کا صاف مذکور ہے۔ خدا نے یہودیوں کو "خداوند خدا کے فرزند" پکارا استثنا ۱:۱۴) عیسائیوں کا حال بھی یہی ہے۔ موجودہ مسیحیت کا بانی پولوس لکھتا ہے "ہم خدا کے فرزند ہیں اور اگر فرزند ہیں تو وارث بھی (رومی ۸: ۱۶، ۱۷) مسیحی "یسوع مسیح کے وسیلہ سے اس کے لے پالک بیٹے"

ہیں (انسی ۱۵۱)

شادی: انسانی فطرت ہے۔ انسانی سرشت اور خون کا زبردست تقاضا ہے۔ الٰہی انتظام ہے۔ نسل انسانی کی بقا کا اہتمام ہے۔ ازمنہ قدیم میں بت پرست اپنے خداؤں، دیوتاؤں اور دیویوں کو بھی انسانی جسم و شکل جذبات اور صفات سے متصف سمجھتے تھے۔ چنانچہ بت پرستوں کے ہاں ان کے خداؤں، دیوتاؤں اور دیویوں کی شادیوں اور اولاد کے تذکرے عام ہیں۔ مسیحیت بھی ایسے عقائد سے خالی نہیں ہے۔

بائبل کی کتاب پیدائش باب ۶ میں خدا کے بیٹوں اور انسان کی بیٹیوں اور ان کی سورما اولاد کا بیان بصراحت تمام موجود ہے۔

پروفیسر فشر نے لکھا:

"مریم کے کنوارپن کی ہیشگی، مسیح اور یوحنا کا تجرد اور غیر شادی شدہ افراد کے لیے نیکی کرنے کے زیادہ مواقع کے پیش نظر شادی سے پرہیز قابل تعریف سمجھا جاتا تھا، کنواریاں عمر بھی کے لئے شادی نہ کرنے کا عہد کرتیں۔ چوتھی صدی میں سیاہ جبہ پہنتیں، بشپ اپنے ہاتھوں سے ان کا دلہنوں والا نقاب نکالتا جو اس امر کا نشان ہوتا کہ وہ خدا سے بیاہی گئی ہیں"

(a symbol that they were wedded to the lord (History' p.62)

پادری جے بخش لکھتے ہیں:

"بعض بدعتی مریم مقدسہ کو آسمانی ملکہ کہتے ہیں۔ اس سے بھی سننے والوں کو یہ دھوکا لگا کہ مریم مقدسہ (نعوذ باللہ) خدا کی جورو۔ اور ان دونوں سے مسیح پیدا ہوا۔ علاوہ ازیں انہیں ایام میں کلیسیا میں یہ مباحثہ برپا ہوا کہ

مریم مقدس کو والدۂ خدا کہیں یا والدۂ مسیح' مغربی کلیساؤں نے اس لقب کو چنا کہ مریم والدۂ خدا ہے۔ لیکن مشرقی کلیسیا نے اس لقب کو رد کیا اور کہا کہ مریم کو والدۂ مسیح کہو" (تفسیر قرآن از قلم پادری جے علی بخش مطبوعہ ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۷۸)

یعنی قدیم مسیحیوں میں مریم طاہرہ کو خدا کی بیوی اور مسیح کو ان کا بیٹا مانا جاتا تھا۔ نستوری فرقہ اس کا منکر تھا۔ مسیحیوں میں مدتوں یہ بحث خاصی گرم رہی۔

پروفیسر فشر بتاتے ہیں کہ "مریم پوجا کے دیوانے راہب مریم کو "والدۂ خدا" پکارتے لیکن قسطنطنیہ کے بشپ نسطوریس نے اسے رد کیا۔ اس کی رائے تھی کہ خدا انسانی بیوی نہیں رکھ سکتا (صفحہ ۱۳۳)

واضح ہو کہ اصل مسئلہ زیر بحث مسیح کی خدائی تھی۔ مزید پڑھیے کہ مسیح بحیثیت خدا' خدا کا قدرتی بیٹا تھا۔ لیکن انسانی حیثیت سے وہ خدا کا متبنیٰ تھا (فشر ۱۷۸)

رومن کیتھولک اردو بائبل مطبوعہ سوسائٹی آف سینٹ پال روما ۱۹۵۸ء میں کتاب "نشید الاناشید" کے تعارف میں آج بھی لکھا ملتا ہے:

"بعض روحانی مصنفین ان باتوں کے علاوہ اس کتاب میں کامل ارواح خصوصاً" خاتون مبارک مقدسہ مریم کنواری کے ساتھ خدائے مہربان کے ناقابل بیان وصال کا ذکر پاتے ہیں"

بائبل میں عام تصور ایک ہی بیوی رکھنے کا ہے لیکن زیادہ بیویوں کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ ابراہیم کی تین بیویاں تھیں سارہ اور ہاجرہ (پیدائش

۳:۲۱) اور قطورہ (پیدائش ۲۵:۱) یعقوب کی چار بیویاں لیاہ، راخل، بلہاہ اور زلفہ تھیں (پیدائش ابواب ۲۹، ۳۰)

شریعت موسوی میں مرد دو بیویاں رکھ سکتا تھا (استثنا ۲۱:۱۱، ۱۵) چنانچہ لکھا ہے:

یہودی کتاب مقدسہ کے دور میں زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت تھی"

(Man and Woman in Christian Perspective Translated in 1990 by Gordon J. Wenham، p.93)

داؤدؑ کی کثیر الازواجی بھی مشہور ہے (۲۔ سموئیل ۱۳:۵ وغیرہ)

مشہور عالم امریکی جریدہ نے بائبل میں کثیر الازواجی پر سوال کے جواب میں لکھا:

"گناہوں کی وجہ سے بنی اسرائیل کو جنگوں کا سامنا کرنا پڑا جیسے انہوں نے بھی قدیم اقوام پر مسلط کی تھیں۔ جنگوں میں ہزارہا جوان کام آئے۔ نتیجہ میں ہزاروں عورتیں بیوہ یا بغیر شادی رہ جاتیں۔ کثیر الازواجی، اگرچہ مثالی چیز نہیں تھی، سے ان عورتوں کو معاشرہ میں معقول، مستحکم مقام مل جاتا اور وہ جنسی بے رواہ روی یا بے بیاہی مائیں بننے سے بچ جائیں"

(The Plain Truth March 1988، p.23)

دوسری جنگ عظیم کے بعد یورپی ممالک میں عورتیں ایک شام گزارنے کے لیے مرد کی تلاش میں رہا کرتی تھیں، مشہور ہے کہ سات سو شہزادیاں سلیمانؑ کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں (۱۔ سلاطین ۱۱:۳) علماء اس کثرت کی وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ قاموس الکتاب میں لکھا ہے:

"اب سلیمانؑ نے شادیوں کے ذریعہ متعدد بادشاہوں سے اتحاد کئے"

(قاموس الکتاب صفحہ ۵۳۲ کالم اول)

ڈکشنری کا بیان ہے:

"بائبل میں سلیمانؑ سے سات سو بیویاں منسوب کی گئی ہیں جن میں سے موآبی، فونیشین اور حتی عورتیں شامل تھیں (۱۔سلاطین ۱۱) یہ امر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ ان میں کچھ شادیوں کی بنا سیاسی تعلقات تھے ان میں سے ایک مصری شہزادی تھی جس کے باپ (شائد سیامون فرعون) نے جزر کا شہر فتح کر کے سلیمان کو دیا"

(Harper's Bible Dictionary : 1990' p.976' col.2)

اور خوبصورت جوان اور شکیل کنواری سے شادی کو کیا کہیں گے جبکہ ان دنوں داؤد کی دوسری بیویاں بمعہ اس کی چہیتی بت سبع، زندہ سلامت موجود تھیں اور یہ فریضہ بخیر و خوبی سرانجام دے سکتی تھیں۔ بائبل میں لکھا ہے:

"اور داؤد بادشاہ بڈھا اور کہن سال ہوا اور وہ اسے کپڑے اڑھاتے پر وہ گرم نہ ہوتا تھا سو اس کے خادموں نے اس سے کہا کہ ہمارے مالک بادشاہ کیلئے ایک جوان کنوری ڈھونڈی جائے جو بادشاہ کے حضور کھڑی رہے اور اس کی خبر گیری کیا کرے اور تیرے پہلو میں لیٹ رہا کرے تا کہ ہمارے مالک بادشاہ کو گرمی پہنچے۔ چنانچہ انہوں نے اسرائیل کی ساری مملکت میں ایک خوبصورت لڑکی تلاش کرتے کرتے شونیت ابی شاک کو پایا اور اسے بادشاہ کے پاس لائے اور وہ لڑکی بہت شکیل تھی۔ سو وہ بادشاہ کی خبر گیری

اور اس کی خدمت کرنے لگی لیکن بادشاہ اس سے واقف نہ ہوا" (۱۔ سلاطین ۱:۱ تا ۴)

مسیح نے طبقہ نسواں پر خصوصی التفات کی۔ چنانچہ مرقوم ہے:

"پھر کسی فریسی نے اس سے درخواست کی کہ میرے ساتھ کھانا کھا۔ پس وہ اس فریسی کے گھر جا کر کھانا کھانے بیٹھا۔ تو دیکھو ایک بد چلن عورت جو اس شہر کی تھی یہ جان کر کہ وہ اس فریسی کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا ہے سنگ مرمر کے عطردان میں عطر لائی اور اس کے پاؤں کے پاس روتی ہوئی پیچھے کھڑی ہو کر اس کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی اور سر کے بالوں سے ان کو پونچھا اور اس کے پاؤں بہت چومے اور ان پر عطر ڈالا۔ اس کی دعوت کرنے والا فریسی یہ دیکھ کر اپنے جی میں کہنے لگا کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو جانتا کہ جو اسے چھوتی ہے وہ کون اور کیسی عورت ہے کیونکہ بد چلن ہے" یہ فعل اس کی بخشش اور سلامتی کا سبب بن گیا (انجیل لوقا ۷:۳۶ تا ۳۹) انجیل متی (ب ۲۶) اور انجیل مرقس (ب ۱۴) میں ہے کہ اس نے عطر مسیح کے سر پر ڈالا تھا اور بدن پر ملا تھا۔

بہرکیف مسیح نے شادی نہ کی۔ اگر اسے مشعل راہ بنایا جائے تو سو ہی برس میں نسل انسانی کا خاتمہ بالخیر ہو جائے! اور اللہ پاک کی یہ ہنستی، کھیلتی اور بستی رستی بجی بنی دنیا سو ہی برس میں حضرت انسان کی شکل کو ترسنے لگے اور خوفناک بیابانوں، وحشت ناک جنگلوں اور خونخوار درندوں سے بھر جائے۔ مگد مریم مگدلینی، یوآنہ، سوسناہ اور بہتیری عورتیں مسیح کی خدمت میں رہا کرتی تھیں (لوقا ۸:۲،۳)

برصغیر کے معروف مسیحی محقق و مصنف آرچ ڈیکن پادری برکت اللہ ایم اے ایف آر اے ایس لکھ گئے:

"عورتوں میں سے بعض آپ کی دلی دوست تھیں"

(کلمہ اللہ کی تعلیم مصنفہ پادری برکت اللہ مطبوعہ ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۱۳)

تورات موسوی کو لعنت اور متروک قرار دینے کے بعد اس ضمن میں عیسائیت کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ ڈاکٹر جے ایچ ہرٹز بتاتے ہیں:

"مخصوص مسیحی کتب مقدسہ کثرت ازواج میں مانع نہیں ہیں۔ وہاں صرف یہ لکھا ہے کہ بشپ یا بڑا پادری شادی نہ کرے (ا۔ تموتھی ۳:۲) لوتھر کے دنوں تک مغربی یورپ میں دو شادیاں نہ معلوم نہ تھیں۔ مثال کے طور پر تیرھویں صدی میں معاشرہ کے اونچے طبقوں میں ایک بیوی کا رواج برائے نام ہی تھا۔ مشرقی عیسائیوں میں بھی مذہب بمشکل ہی ایک بیوی کے رواج پر سختی سے عملدرآمد کرا سکا" (یہودی تفسیر صفحہ ۹۳۲ کالم ۲)

فی زمانہ مسیحی ممالک میں (کثرت ازواج کا تو سوال ہی کیا!) جنسی بھوک مٹانے کے لئے عملاً" کسی بھی قسم کی کوئی پابندی عائد نہیں ہے۔ ناقابل بیان نظریات اور فلمیں بھی بن رہی ہیں۔

اسلام میں چار شادیوں کی اجازت: (نساء: ۳) یتیم لڑکیوں سے انصاف نہ کر سکنے سے مشروط ہے۔ یعنی یتیم لڑکی سے شادی کر کے انصاف نہ کر سکنے کا خدشہ ہو تو عام عورتوں سے دو، تین، چار شادیاں رچا سکتے ہیں دوسری بیویوں کے درمیان بھی انصاف بڑا ضروری ہے۔ آگے اسی سورۃ کی آیت ۱۲۹ میں انصاف پر پھر زور دیا گیا ہے۔

حالات کے تحت ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی کافی وضاحت ہو چکی ہے۔ ایک مزید صورت خیال رہے کہ معاشرہ میں اندھی، گونگی، بہری لڑکیاں بھی ہوتی ہیں جنہیں اگر دوسری تیسری بیوی کی حیثیت مل جائے تو ان کے لئے بسا غنیمت ہو گا۔ ایک سماجی ضرورت پوری ہو گی برائی کی صورتوں کا خود بخود قلع قمع ہو جائے گا۔

پروفیسر فشر نے لکھا "حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے زیادہ شادیوں کی اجازت عربوں میں مروج بے لگام کثیر الازواج سے بدرجہا بہتر تھی" (صفحہ ۱۵۳)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درجن کے لگ بھگ شادیاں کیں جو دراصل نکاح تھے۔ ان کی متعدد وجوہات تھیں۔

(۱) شادی دراصل پہلی ہی تھی جو خدیجہ بیوہ کے ساتھ کی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۵ برس اماں خدیجہؓ کے ساتھ گزارے۔ جوانی کے دن یہی تھے۔ حظ نفس کا دورہ یہی تھا۔ جو کمال عصمت و عفت سے گزرا اور کسی بڑے سے بڑے دشمن کو بھی آپؐ کے بے داغ کردار پر منہ کھولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ خود "رنگیلا رسول" کے مصنف کو بھی اعتراف ہے:

"خدیجہؓ نے محمد کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بنایا۔ پچیس برس کے عرصہ میں جب تک وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیوی بن کر زندہ رہی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دوسری شادی کا خیال تک نہیں آیا۔"

"آریہ شاستروں میں خانہ داری کی میعاد پچیس برس مقرر ہے۔ یہ

میعاد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہایت پاکیزگی سے بسر کی۔ اس لئے ہم اسے آریہ خانہ دار کہہ سکتے ہیں"۔"رنگیلا رسول" صفحہ ۱۵۔ بحوالہ "مقدس رسول" صفحہ ۴۹)

یہی دشمن رسولؐ مزید لکھتا ہے:

"میعاد خانہ داری کے ۲۵ برس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ہی بیوی پر قانع رہا۔ اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت ۴۰ برس کی اور انتقال کے وقت ۶۵ برس کی تھی۔ اس بڑھیا کی اس جوان کی نبھ گئی۔ یہ بات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پاکیزگی خاطر پر دلالت کرتی ہے۔" ("مقدس رسول" صفحہ ۵۷)

(۲) عیاش لوگ کنواری' جواں سال اور خوبرو دوشیزائیں چھانٹتے ہیں۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا نکاح دو خاوندوں کی بیوہ خدیجہ سے تھا۔ اماں عائشہؓ کے علاوہ دوسری تمام بیبیاں بھی کوئی دو اور کوئی تین شوہروں کی بیوہ' بوڑھیاں اور شادی کی عمر سے گزر چکی تھیں۔

انہیں نکاح میں لیکر بیوہ سے شادی کو معیوب سمجھنے کا مشرکانہ تاثر توڑنا بھی مقصود تھا! خیال رہے کہ ہندو مت میں آج بھی بیوہ کے لیے شادی ممنوع ہے۔ ستی کی دلدوز رسم اسی ممانعت کا شاخسانہ ہے۔

(۳) عیش پرستی کے دلدادہ بیویوں کے چونچلے کرتے ہیں۔ ناز برداریوں پر پانی کی طرح روپیہ بہاتے ہیں' بیگمات کی طرف سے بھی فرمائشوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ لیکن خانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیل و نہار اور ہی تھے۔ یہاں آنے والی محترمات کا مقصد یہ نہیں ہوتا تھا۔ ان کی عمریں اور حالات

بھی ان امور کے متقاضی نہ تھے۔ مہینوں چولہا نہ جلتا تھا۔ بکریوں کے دودھ یا کھجوروں پر قناعت کی جاتی۔ فاقہ کشی بھی بعید الامکان نہیں تھی!

جب فتوحات اور مال غنیمت کا دور آیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کی کچھ آسودگی کی خواہش بالکل فطری بات تھی لیکن چونکہ ان قابل صد احترام محترمات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تا قیامت امت کے لئے نمونہ اور کسوٹی کا کام دینا تھا اس لئے بلند' بلند مرتبہ کی وجہ سے ان کی اتنی سی درخواست بھی قابل سرزنش سمجھی گئی اور براہ راست اللہ پاک کے دربار عالیہ سے قرآن پاک میں وارد ہوا کہ یہ مقام ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہے۔ لہٰذا اگر انہیں دنیا کی زیب و زینت (جو محض ذرا با فراغت قوت لایموت تک ہی محدود تھی!) مطلوب ہے تو یہ چیزیں انہیں مہیا کر دی جائیں گی لیکن پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے قابل نہیں رہیں گی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کی طالب' نیکو کار ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اسی ڈھب کی سیدھی سادہ اور فقر و فاقہ والی زندگی گزارنی ہو گی۔ بائیسویں پارہ کے آغاز میں نازل ان فرمودات کے بعد پاک بیبیوں نے دنیوی آسائشوں کے تصور کو خیرباد کہا اور قناعت پسندی پر اکتفا کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کے فخر و اعزاز کو حرز جان بنائے رکھا!

(۴) ان نکاحوں کو حظ نفس سمجھنا کوتاہ نظری' کم فہمی اور کج فکری ہے۔ اور ابرا نعصب ہے۔ مشرکین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ تھا کہ ہمارے خداؤں کی کمزوریاں اور عیوب و نقائص بیان نہ کرو ہم آپ کو

اپنا بادشاہ تسلیم کرتے ہیں۔ حسین سے حسین لڑکی تمہارے عقد میں دینے کو تیار ہیں۔ پادری کیش کے الفاظ میں:

"کوئی رشوت، کوئی دھمکی، کوئی لالچ انہیں خاموش نہ کر سکا۔ اگر وہ سورج میرے دائیں اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر لا کر رکھیں تو بھی اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹوں گا"

(Christendom and Islam by W. Wilson Cash Genral Secretary Church Mission Society' P. 22)

(۵) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی احکام کے اولین مخاطب اور ان پر عمل درآمد کے بدرجہ اتم پابند تھے کہ عام مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ عمل کو پہنچ ہی نہیں سکتا۔ مال داروں کو ادائیگی زکوۃ کا حکم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں مال رکھا ہی نہیں جاتا تھا۔ جو آتا فوراً حاجت مندوں میں بانٹ دیا جاتا۔ عام مسلمانوں کو پانچ نمازوں کا حکم ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد اور شب بیداری بھی فرض تھی۔ مسلمانوں کے گھروں میں آرام و آسائش کا کچھ سامان تھا تو یہاں نام کو بھی کچھ نہیں تھا۔ وقس علی ہذا' اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے غرض بھی عام دنیاوی تعلقات ہی مقصود ہوتی تو عین ممکن ہے کہ آپ' ایک آدھ بی بی پر ہی اکتفا فرماتے۔

(۶) ان متعدد ازواج مطہرات کے ذریعہ ایک بہت اہم مقصد کی تکمیل بھی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیسے ممکن تھا کہ حیض و نفاس کے حقائق' آداب معاشرت و مواصلت' طہارت و نجاست اور غسل خاص سر

عام منبر پر کھول کر بیان فرماتے۔ اس مشکل کا بہترین حل یہی تھا کہ پاک بیبیوں کی وساطت سے عورتوں اور ان کے ذریعے مردوں کو مسائل ضروریہ کی تعلیم دی جائے۔

اس تعداد کو دیکھ کر جس بدطینت کا جی چاہے شبہات پیدا کرے لیکن اس کا یہ روشن و عیاں پہلو ایسا ہے جس پر سے آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا مصلح گزرا ہے جس نے اپنی بیویوں کو مصلحات امت، مبلغات دین، معلمات مسائل اور مدرسات فقہ بنا کر پیش کیا ہو۔ اللہ پاک نے انھیں امت مسلمہ کی مائیں قرار دے کر (احزاب: ۶) اہل اسلام کی روحانی و دینی تربیت کا ایک اہم حصہ ان کے سپرد فرمایا۔ ظاہر ہے کہ نصف دین کی تکمیل اور دنیا کی آدھی سے زیادہ آبادی کی تعلیم کا یہ عظیم الشان کام ایک دو بیبیوں سے نہیں چل سکتا تھا۔

(۷) تعدد ازواج سے خانگی زندگی پر سچی شہادت بھی مہیا کر دی گئی کیونکہ حقیقی مصلح وہی ہوتا ہے جس کے ظاہری اور باطنی دونو کردار آئینہ کی طرح عیاں ہوں۔ موجودہ دور میں قیادت کو پبلک لائف اور پرائیویٹ لائف کے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پبلک سٹیج پر اپنی زندگی کا کوئی خوشگوار پہلو پیش کر دینا مصلح کے لئے مشکل نہیں۔ مکمل قیادت کا صحیح پتہ اس وقت چلتا ہے جب اس کی اندرونی زندگی بھی آئینہ کی طرح سامنے آ جائے اور وہ اعلیٰ درجہ کی مثال و نمونہ اور قابل تقلید ہو۔ خلوتی زندگی کا صحیح پتہ نہ بیٹی دے سکتی ہے، نہ فرزند، نہ خادم،

خادمہ، نہ دوست، نہ دشمن، نہ داماد، نہ بہو، نہ معتقد، نہ شاگرد، یہاں سچی اور کھری گواہی اور با اعتماد شہادت صرف بیوی ہی دے سکتی ہے۔ کیونکہ خلوتی زندگی کی صحیح رازدان وہی ہوتی ہے۔ شوہر کے دل میں جھانکنے کا خصوصی موقع صرف اسے ہی میسر ہوتا ہے۔ وہی بتا سکتی ہے کہ اسکے شوہر کا کیرکٹر کیا ہے! اس کی راتیں اور تنہائیاں کہاں اور کیسے گزرتی ہیں؟ اہل و عیال سے اس کا سلوک کیسا ہے؟ اسے اپنے مقصد کے ساتھ کتنی لگن ہے؟ اس کی زندگی کا نقشہ کیا ہے؟ اپنوں اور پرائیوں کے ساتھ اس کے تعلقات کیسے ہیں؟ ان تمام سوالات کا جواب اگر درجن کے قریب عادل خواتین یک زبان ہو کر دیں اور وہ بھی جن سے زندگی (کے مختلف ادوار اور مدارج) کا کوئی راز چھپا ہوا نہ ہو تو دنیا کی کونسی عدالت اسے رد کر سکتی ہے؟

(۸) تعدد ازواج کا مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے اواخر میں پیش آیا جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک ۵۵ اور ۵۹ کے درمیان تھا اور جذبات کی بجائے عقل و دانش کے مقتضیات ملحوظ خاطر تھے۔ چودہ صدیوں کے دوران بیش بہا پانی پلوں کے نیچے سے گزر چکا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد ازواج پر سے اعتراضات کے بادل چھٹ چکے ہیں۔ غلط فہمیاں اور بدگمانیاں دور ہو چکی ہیں۔ دنیا حقائق سے اچھی طرح آگاہی پا چکی ہے۔ سوچنے والے راست فکری سے بہرہ ور ہو چکے ہیں۔ منصف مزاج اور اہل فکر اصحاب اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد ازواج کی ضرورت و اہمیت سمجھ گئے ہیں اور اس کی توجیہہ پیش کرنے میں پیش پیش ہیں۔

چنانچہ چیمبرس انسائیکلو پیڈیا نے لکھا:

"یہ ٹھیک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد شادیاں کیں لیکن وہ بطور حکمت عملی تھیں"

It is true that he contracted several marrieges' but these marriages may be explained on grounds of policy

چیمبرس انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ ۱۹۵۰ء جلد ۹ صفحہ ۳۶۲)

اب ہم ایک ایک پاک نکاح پر غور کریں گے اور وقتی ضرورتیں' مصلحتیں' دور اندیشیاں' پیش بینیاں اور سیاسی' معاشی' اور سماجی تقاضوں کو بچشم خود ملاحظہ کریں گے۔ وبیدہ التوفیق تبارک و تعالیٰ

اکثر بیبیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں اس عمر میں آئیں جب وہ اولاد کی نہیں' پناہ اور نان و نفقہ کی محتاج تھیں۔ یہ نکاح ان خواتین کے واسطے سہارا تھے اور دراصل فخر و اعزاز تھے۔

(۱) اماں زنیبؓ:۔ کا تفصیلی ذکر خیر ہو چکا۔

(۲) اماں خدیجہؓ:۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۵ برس تجرد اور کمال عفت و پاکبازی سے گزارے اور ۲۵ سال بعد نکاح کیا بھی تو ایک ایسی خاتون سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں ۱۵ سال بڑی یعنی ۴۰ سال کی تھیں۔ پہلے دو شوہروں کی بیوی رہ چکی تھیں' صاحب اولاد تھیں' پیغام بھی انہوں نے خود بھیجا تھا۔

"رنگیلا رسول" کے مصنف کے الفاظ میں!

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے (خدیجہ کو) کو تجارت کا حساب دیا اور اپنی اجرت لیکر رخصت ہوا۔ اس کی شرمیلی آنکھیں ضرورت سے کم گو زبان، قدرتی جمال اور اس سے بڑھ کر بیوپار کا کھرا پن، پھر بے تکلفی اور سادگی، جو دل میں تھا وہی زبان پر، جو زبان پر تھا وہی عمل میں۔ بڑھیا پر یہ بے ساختگی اثر کر گئی۔ اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کو) اپنی تنہا زندگی کا شریک بنانا چاہا"
("مقدس رسول" صفحہ ۴۷)

بی بی خدیجہؓ سے شادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گوناگوں فوائد، برکتوں اور رحمتوں کا باعث بنی۔ اماں جی نے اپنی دولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں پر ڈھیر کر دی۔ نبوت عطا ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آلام و مصائب اور مسائل و معاملات کے جو کوہ گراں پیش آئے ان میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور ساتھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غمخواری فرماتیں، تسلیاں دیتیں، ڈھارس بندھاتیں اور راہ حق پر ہونے اور اس پر چلنے میں دکھوں کو برداشت کرنے اور اپنے مقدس مشن پر جمے رہنے کا حوصلہ بڑھاتیں جو اماں خدیجہؓ ایسی دانا بینا جہاندیدہ سلجھی ہوئی، پختہ عمر اور معاملہ فہم شخصیت ہی کا مقام تھا!

(۲) اماں سودہؓ۔ بعض خواتین کی خدمت اسلام کی وجہ سے یہ شرف عطا کیا گیا۔ مثلاً حضرت سودہؓ نے اپنے خاوند (جو انہیں کی ترغیب سے اسلام لائے تھے) اور والدہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کی۔ وہاں ان کے خاوند کا انتقال ہو گیا۔ انہیں دنوں اماں خدیجہؓ بھی انتقال فرما گئیں تو حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے محترمہ کی ان خدمات جلیلہ کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے مصائب ختم کرنے کے لیے انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔

(۴) اماں عائشہؓ:۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ کا انتقال ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مغموم و ملول رہنا قدرتی امر تھا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے بھانپ لیا اور اپنی لخت جگر کو آپؐ کی خدمت کے لئے پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ صدیق اکبرؓ ایسے وفا شعار اور یار غار کی درخواست کو مسترد کرنا نا مناسب تھا۔ اس میں خاص حکمت یہ تھی کہ نوجوان اماں عائشہؓ دین سمجھنے اور سمجھانے کی موزوں صلاحیتوں سے بدرجہ کمال بہرہ ور تھیں۔ چنانچہ اماں جی نے یہ فریضہ بطریق احسن سرانجام دیا۔ قدم قدم پر امت کی رہنمائی فرمائی۔ مسلمانوں کو بہت سے خاص مسائل و احکام انہیں کی وساطت سے معلوم ہوئے علماء کرام کا کہنا ہے کہ دین کا ایک تہائی حصہ امت کو تنہا حضرت عائشہؓ صدیقہ طیبہ طاہرہ کے ذریعہ سے پہنچا ہے۔

نکاح کے وقت عائشہؓ دس برس کی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک ۵۳ تھا۔ اماں جی کی کم عمری قابل مطالعہ ہے۔

بعض علماء کرام کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ ممدوحہ کی بابت ۹، ۱۰ سال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آنے کا ذکر آیا ہے۔ اس سے مراد خاوند سے ملاپ نہیں محض رخصتی ہے۔ اماں خدیجہؓ کے انتقال کے بعد حضرت سودہؓ خانہ داری کی ذمہ دار تھیں جو بہت بوڑھی اور جیم شحیم ہونے کی وجہ سے کماحقہ خدمات سرانجام نہیں دے سکتی تھیں۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے اماں عائشہؓ کو رخصت کیا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

خانگی امور میں دقت نہ ہو۔ ملاپ کی عمر وہی ہے جو عموماً بالغہ لڑکیوں کی ہوتی ہے۔ کھاتے پیتے گھروں کی دس سالہ لڑکیاں سیانی ہوتی ہیں۔

ہندوؤں میں کم سنی کی شادی مشہور ہے۔ مسلمہ ہندو پیشوا منو جی کا قول ہے:

"تیس برس کا لڑکا اور بارہ برس کی دختر کا دواہ کرے یا چوبیس برس کا لڑکا اور آٹھ برس کی لڑکی کا دواہ کرے" (منو سمرتی باب ۹ شلوک ۹۴ بحوالہ "مقدس رسول" صفحہ ۱۷)

اس ضمن میں چند خبریں درج ذیل ہیں۔

نو عمر مائیں

ترکی میں ۹ سالہ لڑکی نے ایک صحت مند بچے کو جنم دیا ہے۔ نو عمر ماں کے ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ زچہ و بچہ ٹھیک ہیں۔ اس لڑکی نے مغربی شہرانیاں میں اپریشن کے ذریعے لڑکے کو جنم دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جہاں تک انٹرنیشنل میڈیکل لٹریچر کی فہرست کا تعلق ہے دنیا کی نو عمر ترین ماں کی عمر پانچ سال ہے۔ تاہم ترکی کے ریکارڈ کے مطابق اس سے قبل ملک کی نو عمر ماں کی عمر ۱۲ سال تھی۔ لڑکی کو جب ہسپتال لایا گیا تو وہ ۸ ماہ کی حاملہ تھی ("جنگ" لندن ۱۶ مارچ ۹۰ء)

یاد رہے کہ ماریلا ایلا نے ۱۱ سال کی عمر میں ("جنگ" ۱۸ اپریل ۸۲ء) اور مارتھا نے بھی ۹ برس کی عمر میں لڑکی کو جنم دیا تھا ("ملت" لندن ۱۸ جنوری ۸۹ء)

خود بابائے ملت' بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ "نو عمر جناح لگ بھگ ۱۵ سال کے تھے اور دلہن ۹' ۱۰ برس کی" ("جنگ" لندن ۳۱ مارچ ۹۰ء)

نو عمر بیٹیوں سے زیادتی

لندن (پ پ ا) برطانیہ کی ایک عدالت نے ایک شخص کو اپنی چار بیٹیوں کے ساتھ زیادتی کرنے کا الزام ثابت ہونے پر ۱۳ سال قید کی سزا سنائی ہے۔ استغاثہ کے مطابق ایک ۵۳ سالہ شخص جو ایک سابق فوجی ہے ۱۹۷۳ء سے ۱۹۸۶ء کے دوران اپنی چار کمسن بیٹیوں کے ساتھ زیادتی کرتا رہا ہے۔ اس کی سب سے بڑی بیٹی کی عمر اس وقت ۲۸ سال ہے۔ اس نے پولیس کو بتایا کہ جب وہ ۹ سال کی تھی تو اس کے باپ نے زیادتی کی۔ اور مسلسل ۷ سال تک زیادتی کرتا رہا ("نوائے وقت" ۲۷ جولائی ۹۱ء)

مانچسٹر کے کراؤن کورٹ میں اسٹاک پورٹ کے ایک شخص نے مقدمہ کے دوران اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اس نے اپنی دو سگی بھتیجیوں (جو کہ گیارہ اور بارہ سال کی تھیں) کے ساتھ کئی مرتبہ زنا کیا ہے اور یہ فحش فعل اس وقت سے شروع کیا تھا جبکہ ان دونوں بچیوں کی عمر سات سال کی تھی (میٹرو نیوز مانچسٹر ۷ ۔۲ ستمبر ۹۱ء)

اماں عائشہؓ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی بیوی تھیں۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اماں جی کے ہاں داعئی اجل کو لبیک کہا۔ رنگیلا رسول" کے مصنف کے الفاظ میں!

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مرتے دم تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی گھر والی، دل و جان کی مالک ہمراز عائشہؓ تھی" ("مقدس رسول" صفحہ ۱۵)

(۵) اماں صفیہؓ:۔ خیبر کی جنگ میں یہودی سردار کنانہ کی بیوی صفیہ لونڈی ہو کر ایک صحابی کے ہاتھ لگیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رپورٹ ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ نے اسے خرید کر آزاد کر دیا۔ عدت پوری ہونے پر محترمہ کی مرضی سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عزت افزائی ان سے نکاح کر لیا۔

اس کے بعد یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شریک نہ ہوئے۔

(۶) اماں میمونہؓ:۔ سے نکاح کے بعد نجد کے تمام فتنے سرد پڑ گئے۔ یعنی جس قبیلے، علاقہ یا خاندان کی عورت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئی وہاں کے فتنے سلامتی سے، وہاں کا انتشار و افتراق اتحاد و اتفاق سے اور بدامنیاں سکون سے بدل گئیں۔

(۷) اماں ام حبیبہؓ:۔ ابو سفیان کے نام سے کون واقف نہیں۔ یہ عمائدین قریش میں سے تھا۔ قوم کا نشان جنگ اس کے گھر رکھا رہتا تھا۔ جونہی یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا، تمام قبائل پر آبائی روایات کے مطابق لازم ہو جاتا تھا کہ وہ سب کے سب اس جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ ابو سفیان کی بیٹی ام حبیبہؓ اپنے خاوند کے ساتھ ملک حبشہ ہجرت کر گئی تھیں۔ ان کے خاوند وہیں وفات پا گئے۔ ان حالات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام

حبیبہؓ کو اپنے عقد میں لے لیا تو اس کے بعد جلد وہ وقت آ گیا کہ ابو سفیان نے اسلام کے جھنڈے تلے پناہ حاصل کر لی۔

اس نکاح کی خبر سن کر ابو سفیان کے منہ بے ساختہ نکلا:

"اس بہادر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں بھی ناکامی نہیں ہوئی"

(۸) اماں زینبؓ:۔ زینبؓ بنت خزیمہ کا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش سے تھا۔ وہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت سے پیدا ہونے والی بے سہارگی کا مداوا کرنے کے لئے محترمہ کو عقد کا شرف بخشا۔

(۹) اماں حفصہؓ:۔ حضرت عمرؓ کی بیٹی جنگ بدر میں بیوہ ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔

(۱۰) اماں ام سلمہؓ:۔ محترمہ کا نکاح ابو سلمہؓ سے تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی اور گیارھویں مسلمان تھے۔ انہوں نے حبشہ اور مدینہ دونو طرف ہجرت کی۔ جب وہ مدینہ کے لئے روانہ ہوئے تو خاندان والوں نے ان کے بیوی بچے چھین لئے۔ حضرت ابو سلمہؓ نے اس کے باوجود عزم ہجرت کو پورا کیا۔ محترمہ ہر روز شام کو اس مقام پر آ کر رویا کرتی تھیں جہاں ان کے شوہر کو ان سے چھینا گیا تھا۔ ایک سال کا عرصہ اسی طرح رو[illegible] ہوئے گزار دیا مگر ترک اسلام کا خیال تک دل میں کبھی نہ لائیں۔ حضرت ابو سلمہؓ غزوہ احد میں زخمی ہوئے اور جانبر نہ ہو سکے۔ وفات کے وقت ان کے دو چھوٹے لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ آخری وقت انہوں

نے دعا کی یا اللہ پاک میرے بال بچوں کی نگہداشت فرمانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سلمہؓ اور ام سلمہؓ کی ان قربانیوں کا صلہ اور ان معصوم بچوں کی کفالت کو احسن طور پر نباہنے کے لیے حضرت ام سلمہؓ سے عقد فرمایا۔

(۱۱) اماں جویریہؓ :- بنی مصطلق کی لڑائی میں دشمن سپہ سالار کی بیٹی جویریہ قید ہو کر ثابت بن قیسؓ صحابی کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے کہا مجھے اتنی رقم مہیا کر دو تو میری طرف سے آزاد ہو۔ محترمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور تعاون کی درخواست کی تو حضور صلی اللہ وسلم نے نکاح کی تجویز پیش فرمائی جو انہوں نے قبول کر لی۔ چنانچہ محترمہ نے ثابتؓ سے آزاد ہو کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آ گئیں۔

بنی مصطلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال قرار پا گئے تو صحابہؓ کرام نے بنی مصطلق کے ایک سو گھرانے جو مسلمانوں کے غلام بن چکے تھے آزاد کر دیے۔ اس طرح یہ رشتہ اماں جویریہؓ کی قوم کے حق میں رحمت ثابت ہوا۔

(۱۲) اماں ماریہ قبطیہؓ :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی تھیں۔

خیال رہے کہ ہندومت میں لونڈیاں رکھنا روا ہے منو سمرتی میں لکھا ہے:

"رتھ' گھوڑا' چارپایہ' عورت وغیرہ ان سب کو جو فتح کرے وہی اس کا مالک ہوتا ہے" ("مقدس رسول" صفحہ ۹۶)

بائبل میں مرقوم ہے:

"جب تو اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کو نکلے اور خداوند تیرا خدا ان کو تیرے ہاتھ میں کر دے اور تو ان کو اسیر کر لائے اور ان اسیروں میں کسی خوبصورت عورت کو دیکھ کر تو اس پر فریفتہ ہو جائے اور اس کو بیاہ لینا چاہیے. تو تو اسے اپنے گھر لے آنا اور وہ اپنا سر منڈائے اور اپنے ناخن ترشوائے اور اپنی اسیری کا لباس اتار کر تیرے گھر میں رہے۔ اور ایک مہینہ تک اپنے ماں باپ کے لئے ماتم کرے۔ اس کے بعد تو اس کے پاس جا کر اس کا شوہر ہونا اور وہ تیری بیوی بنے" (استثنا ۲۱: ۱۰ تا ۱۳)

مزید لکھا ہے:

"اور تیرے جو غلام اور تیری جو لونڈیاں ہوں وہ ان قوموں میں سے ہوں جو تمہارے گرد رہتی ہوں۔ ان ہی میں سے تم غلام اور لونڈیاں خریدا کرنا" (تفصیلات احبار ب ۲۵)

اس موضوع پر خروج باب ۲۱ اور استثنا باب ۱۵ بھی قابل مطالعہ ہیں۔

تعدد ازواج حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ کردار' بلندی سیرت اور حسن معاشرت پر قوی دلیل ہے۔ سوکنوں والے گھروں کی لڑائیاں مشہور ہیں۔ لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ۵۵ برس کی عمر میں ۹ ایسی خواتین یکجا تھیں جن کی عمریں مختلف تھیں' مختلف قبائل سے تعلق رکھتی تھیں۔ مختلف تمدن رسوم و رواجات' حالات' مختلف طبائع اور مختلف

مزاج کی حامل خواتین اور گھروں میں فقر و فاقہ ایک مسلسل عمل لیکن باہمی تلخی کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ حسن معاشرت اور حسن سلوک کا اندازہ اس سے بھی کیجئے کہ باہم پیار و محبت تھا بلکہ سب کی سب قربان ہوتی تھیں۔

کیا کسی بڑے سے بڑے انسان کی زندگی میں حسن معاشرت کا ایسا امتزاج مل سکتا ہے جو سارے عالم کے لئے اسوہ حسنہ (بہترین نمونہ) بن سکے؟

سوال (۵):۔ اسلام عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق نہیں دیتا۔ عورت کی گواہی پوری قبول نہیں کرتا تو پھر تم لوگ احادیث مبارکہ جو کہ سب سے زیادہ حضرت عائشہؓ کی روایت کردہ ہیں کیوں تسلیم کرتے ہو؟ کیا عائشہؓ عورت نہیں تھیں؟ تمہارا نبی جو امت کی عام عورتوں کے لئے قانون نافذ کرتا ہے اس کی ابتداء اس کے اپنے گھر سے کیوں نہیں ہوتی؟

جواب (i):۔ اسلام کے بارے میں یہ کہنا کہ عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق نہیں دیتا شدید غلط فہمی ہے بدگمانی ہے۔ بہرحال اس سلسلہ کی معروف صورتوں کی وضاحت حسب ذیل ہے:

(ا) پردہ:۔ اسلامی پردہ کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں گھروں میں ٹکی رہیں۔ امور خانہ داری نباہیں اور اگر بغرض مجبوری بازار میں نکلنا پڑے تو باحجاب نکلیں' اپنی زیب و زینت کا اظہار نہ کریں! غیر مردوں سے بقدر ضرورت ترش روئی سے بات کریں۔

اسلامی پردہ پر گوناگوں اعتراضات کئے جاتے ہیں۔

حالانکہ معاشرہ کو زنا کاری اور اس کے محرکات سے بچانے اور طبقہ نسواں کی عزت و حرمت اور سماجی و اخلاقی اقدار کی حفاظت کیلئے پردہ ناگزیر ہے۔

ہر قیمتی چیز کو بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے حفاظتی ذرائع اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ حکومت کا ایک اعلیٰ عہدیدار ایک محفوظ عمارت میں رہتا ہے بلٹ پروف گاڑی یا حفاظتی دستہ کے جلوس میں سفر کرتا نظر آتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسے قید کر دیا گیا ہے یا اس پر ناروا پابندی عائد کر دی گئی ہے یا اس کی آزادی سلب کی لی گئی ہے یا اس کی حق تلفی ہو گئی ہے! اگر ایک خاتون کو اس کی عصمت و عفت اور پاکدامنی کی غرض سے اسے حجاب کا راستہ بتایا جاتا ہے تو دراصل یہ اس کے فائدہ کے لئے ہے۔

خاتون خانہ ایک جوہر آبدار ہے جس کی حفاظت لازم و لابد ہے

رقم کا گلہ کے اندر رکھنا کافی نہیں سمجھا جاتا۔ مزید حفاظت کے لئے سو سو پاپڑ بیلتے ہیں۔ دکان کے مضبوط دروازے اور شٹر گیٹ بنائے جاتے ہیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ تالے لگاتے ہیں یعنی باطن کی حفاظت کے لئے ظاہر کی حفاظت بھی ضروری ہے۔

پردہ کے مخالفین کا کہنا ہے کہ گھر جیل ہے' مرد جیل کا داروغہ ہے اور بچے پالنا سنبھالنا اور خانہ داری مشقت! حالانکہ اگر عورت یہی کام گھر سے باہر کسی دفتر' ہوٹل' فرم' ادارے' ریستوران میں کرے تو آزادی کی نعمت سے بہرور! مرد کے مساوی حقوق سے فیضیاب!

ایک مرد کی ہو رہے تو پسماندہ و غلام!

اور اگر ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کے لئے کھلونا بنے تو ترقی یافتہ اور مہذب و متمدن!

برطانیہ میں کسی انگریز نے پوچھا آپ کی خواتین ملازمت کیوں نہیں کرتی ہیں؟

مسلمان نے پوچھا ملکہ برطانیہ ملازمت کیوں نہیں کرتی؟

انگریز نے جواب دیا وہ تو ملکہ ہے۔

مسلمان بولا ہماری ہر خاتون بھی ملکہ ہے!

مشرقی مسلمان عورت ..... روشنی سے محروم؟؟

برطانیہ میں مقیم دولت عثمانیہ کے سفیر کو برطانوی اکابرین سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں موجود مقتدر برطانوی شخصیتوں میں سے ایک صاحب نے سفیر موصوف سے سوال کیا کہ مشرقی مسلمان عورت کو آپ لوگ مردوں سے علیحدہ رکھ کر اسے پسماندہ اور روشنی سے محروم کیوں رکھنا چاہتے ہیں؟ عثمانی سفیر کا جواب سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ "ہماری مشرقی عورتیں اپنے شوہروں کے علاوہ غیر مردوں سے بچے پیدا کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتیں" (بہ شکریہ "میثاق" لاہور جون ۹۵ء بحوالہ "ملی ٹائمز" نئی دہلی)

(۲) گواہی :۔ سورۃ بقرۃ آیت ۲۸۲ میں گواہی کا نصاب دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بتایا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ حکمت بھی ذکر کر دی گئی ہے کہ دو عورتیں اس لئے کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے۔

عورت کی آدھی گواہی کا مذکور نہیں!

عورتوں کو عام انسانی تعلقات میل جول' لین دین اور گفتگو سے کم ہی واسطہ پڑتا ہے۔ کہیں جزئیات بھول بھی سکتی ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ ایک پردہ نشین خاتون خانہ کچھ گھبراہٹ' بھول چوک تساہل' سستی یا الجھاؤ محسوس کرے تو دوسری اسے لقمہ دیدے۔ گواہی ایک ہی خاتون کی ہو گی۔ دوسری اگر ضرورت پڑے تو اس کی مدد کرے گی وہ عدالت سے کچھ نہیں کہے گی۔ گواہ عورت کو فقط یاد دلا دے گی کہ بات یوں کہو (اور کوئی ضروری نہیں کہ یہ صورت پیش آئے بھی!)

یہ رعائت مرد کے لئے نہیں ہے۔ اگر وہ چوک جائے گا تو اس کی شہادت رد کر دی جائے گی۔ اور عورت کو بھی یہ رعائت صرف زنا' سرقہ' قتل اور مالی معاملات کیلئے مختص ہے۔ دوسرے جرائم میں عورت کے لئے اس سہولت کا امتیاز مفقود ہے۔

خیال رہے کہ شہادت کوئی حق نہیں ہے۔ ایک ذمہ داری ہے جس میں عورت کو سہولت دی گئی ہے جیسے جمعہ اور نماز باجماعت کی حاضری سے استثنا دی۔

مسلمان عورت کے اس کیس میں شور مچانے والے عیسائیوں کے ہاں عورت "نصف" بھی نہیں ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

"دو یا تین گواہوں کے کہنے سے بات پکی سمجھی جائے" (استثنا ۱۹:۱۵)

بالفاظ مسیح یہودیوں کو خطاب ہے:

"تمہاری توراۃ میں بھی لکھا ہے کہ دو آدمیوں کی گواہی ملکر سچی ہوتی ہے" (یوحنا ۸:۱۷)

(۳) وراثت :- وراثت کے باب میں ایک لڑکی' لڑکے سے آدھے حصہ کی حقدار ہوتی ہے جس پر سورۃ نساء کی آیت نمبر ۱۱ نص قطعی ہے۔
لیکن اگر لڑکی کا کوئی بھائی نہ ہو یا میت کے صرف بھائی بہن ہوں تو پھر مذکورہ قاعدہ کے اطلاق کا کوئی سوال نہیں۔

لڑکی کو لڑکے سے آدھا حصہ دیا جانا شریعت کے اس اصول پر مبنی ہے کہ منفعت کے حصول میں ذمہ داری کی نسبت کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

لڑکے کا حصہ اس لئے پورا رکھا گیا کہ ایک کنبہ کی مالی کفالت کا بوجھ اس کے ذمہ ڈالا جاتا ہے۔ شادی کے موقع پر مرد' نہ صرف عورت کو مہر کی رقم ادا کرتا ہے بلکہ عورت کے نان نفقہ کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اس کی بہن اپنی شادی کے موقع پر اپنے شوہر سے مہر وصول کرے گی اور نان نفقہ بھی!

عیسائیت میں وراثت کا کوئی سوال نہیں ہے۔

(۴) دیت :- وراثت کی طرح عورت کی دیت' مرد سے نصف رکھی گئی ہے۔ یہاں پر یہ بات ملحوظ رہے کہ نفس مقتول (چاہے مرد ہو یا عورت) کی قیمت نہیں لگائی جا رہی ہے بلکہ ایک خاندان کو اپنے ایک فرد کے قتل ہو جانے سے جو مالی نقصان ہوا ہے' اس کی تلافی کی کوشش مطلوب ہے۔ مرد چونکہ کماتا ہے اور گھر کی کفالت کی ذمہ داری اٹھاتا ہے اس لئے اس کی دیت عورت کے مقابلہ میں دگنی رکھی گئی ہے۔

معترضین کے ہاں دیت کا سرے سے کوئی تصور نہیں ہے۔

(۵) طلاق:۔ بربنائے آیت ۲۲۷ سورۃ بقرہ طلاق دینے کا حق مرد کو ہی حاصل ہے۔ اس مسئلہ میں بھی گھریلو زندگی کو تباہ ہونے سے بچانے کے واسطے ایک حکیمانہ تدبیر اختیار کی گئی ہے۔ عورت کی طبیعت میں عجلت پسندی، جلد بازی، جذباتیت، ناعاقبت اندیشی اور لڑاکے پن کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ اس لئے اسے طلاق دینے کا حق نہیں دیا گیا تاکہ معمولی معمولی باتوں پر گھر اجڑنے سے بچ جائے۔

واضح ہو کہ جہاں مرد کو طلاق کا حق دیا گیا ہے وہاں عورت کے لئے بھی طلاق کا حصول ناممکن نہیں بنایا گیا۔ ناساز گار حالات کی صورت میں عورت علیحدگی چاہے تو اس کے لئے خلع کا راستہ کھلا ہے۔ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہے۔

عیسائیت میں عورت کا تو ذکر ہی کیا مرد کو بھی طلاق دینے کا حق نہیں ہے۔

(ii) عورت بیزاری اسلامی نہیں مسیحی طریق ہے۔ مسلمانوں کو طبقہ نسواں سے کوئی کد ہے نہ حضرت عائشہؓ سے! اگر محترمہ اماں جانؓ نے امت کی رہبری فرمائی ہے تو چشم ما روشن دل ماشاد!

یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف سے اسلام میں عورت کے مقام پر بتیرے اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ اب ہم یہودی اور مسیحی کتب مقدسہ میں عورتوں کی حیثیت کا جائزہ لیں گے۔ اسلام پر اعتراضات کا رد خود بخود ہو جائے گا۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو گا کہ مسیحی دنیا کے "عورت مرد مساوات" اور "آزادی نسواں" کے مکروہ و مردود نعرے ان کی اپنی کتاب

مقدس کے قطعی منافی ہیں۔

واشگاف الفاظ میں اعلان ہے کہ اب ہم "مرد عورتوں سے برتر ہیں" (۴۔ نساء: ۳۴) کی قرآنی تعلیم کی تفسیر مسیحی کتب مقدسہ کی زبانی بیان کرنے لگے ہیں۔

مسیحی کتب مقدسہ 'بائبل' کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ دراصل یہودی کتاب مقدس ہے۔ دوسرے حصہ کو صرف مسیحی مقدس مانتے ہیں۔

بائبل کی پہلی کتاب کا نام "پیدائش" ہے۔ اس کے ابواب ۲، ۳ میں آدمؑ اور حوا کی پیدائش، ان کے ممنوع پھل کھانے اور باغ عدن سے نکالے جانے کا مذکور ہے۔

یہودیت :۔ شیطان کے بہکانے پر پھل حوا نے کھایا تھا اور آدم کو بھی کھلایا تھا۔ اس لئے عورت اصل مجرم سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ بطور سزا خدا نے اسے کہا:

"میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤں گا۔ تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہو گی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا"

(پیدائش باب ۳)

یہودیت اور عیسائیت کے مطالعہ میں ہم جرمن سکالر (NEUER WERNER) کے شکر گزار ہیں۔ ان کی کتاب "مسیحیت میں مرد اور عورت کا مقام" (Man and Woman in Christian Perspective) ۱۹۸۱ء میں چھپی تھی ۱۹۹۰ء میں (Gordon W. Jenham) نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔ مصنف اور مترجم دونو قدامت پسند، بنیاد پرست اور کٹر و متشدد

قسم کے عیسائی ہیں۔ سوا دو سو صفحات کی یہ کتاب اپنے موضوع پر قابل قدر ہے۔
اس کتاب میں نفسیاتی، طبی اور بائبل کے حوالوں سے "مرد عورت مساوات" کے پیش نظر عورت کا موازنہ و مطالعہ کیا گیا ہے۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ ہر لحاظ سے مرد کی عورت پر برتری کتاب کے صفحہ صفحہ سے عیاں ہے۔ تاہم ساتھ ہی ساتھ "عورت مرد مساوات" کی رٹ برابر لگائی گئی ہے۔ اور اس نعرہ کو ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا گیا۔

جنسی امتیاز:۔ یہودیت میں دو مردوں کی گواہی ہے عورت کی مطلق نہیں (استثنا ۱۷:۶) مسیح نے بھی اس پر صاد کیا (یوحنا ۸:۱۷)

یہودی کتب مقدسہ مرد عورت کے امتیاز کو بشرح صدر تسلیم کرتی ہیں۔ یہ امر مذہبی اور عام زندگی میں بھی نمایاں ہے۔ مثلاً مردوں کے برعکس یہودیوں کی تینوں بڑی عیدوں میں عورتوں کا ہیکل میں حاضر ہونا ضروری نہیں تھا (خروج ۲۳: ۱۷، ۳۴: ۲۳۔ استثنا ۱۶: ۱۶، ۱۷) مذہب کے معاملہ میں مردوں اور عورتوں کے درمیان سب سے بڑا فرق یہ تھا کہ صرف مرد ہی کاہن بن سکتے تھے جبکہ قریب کی مشرقی دنیا میں ایسا نہیں تھا (خروج: ۲۸، ۲۹۔ احبار: ۸، ۹) کاہن کا کام قربانیاں کرنے کے علاوہ شریعت کی توضیح بھی تھا (احبار ۱۰: ۱۱) یہ حکم کتاب پیدائش کے ابواب ۲، ۳ کے عین مطابق ہے جہاں مرد کو روحانی رہنمائی کا فریضہ تفویض کیا گیا ہے۔

عام معاملات میں بھی مرد کی رہنمائی مسلم تھی۔ مشترکہ زندگی کی حفاظت اور بیوی اور خاندان کا تحفظ مرد کے ذمہ تھا (یسعیاہ ۴:۱) دوسری

طرف بیوی گھر اور امور خانہ داری کی انچارج تھی۔ بچوں کی پرورش والد اور ماں کی مشترکہ ذمہ داری تھی۔ اس میں ماں چھوٹے بچوں اور بیٹیوں کی خصوصی نگہبان تھی۔ مرد بڑے بچوں اور خاص کر بیٹیوں کی نگہداشت کرتا تھا' عموماً" مرد خاندان کا سربراہ سمجھا جاتا تھا۔ فیصلے کرنے میں مختار کل تھا (خروج ۲۱: ۳' ۲۲) (استثنا ۲۴: ۱ تا ۴) عورت پر اس کی برتری "حاکم" کے خطاب سے عیاں تھی۔ (استثنا ۱۸: ۲ قضاۃ ۱۹: ۲۶' ۲۷) اسے "خداوند" اور "مالک" بھی کہا جاتا تھا (پیدائش ۲۰: ۳ خروج ۲۱: ۳' ۲۲) بیوی اسے انہیں الفاظ سے خطاب کرتی تھی۔

مختصر یہ کہ اپنی کتب مقدس کے مطابق یہودیوں میں مرد اور عورت کی ذمہ داریاں مختلف تھیں جیسا کہ کتاب پیدائش کے ابواب ۲' ۳ میں مندرج ہیں (مرد لیڈر اور روزی کمانے والا' بیوی ساتھی اور ماں) یہ وطیرہ مذہبی اور دنیوی دونو امور میں مترشح تھا (صفحہ ۸۵)

عورت مظلوم :۔ قانونی طور پر مرد عورت کا مالک (خروج ۲۱: ۳' ۲۲۔ استثنا ۲۴: ۴۔ ۲ سموئیل ۱۱: ۲۶) اور عورت اپنے خاوند کی "ملک" ہوتی ہے (پیدائش ۲۰: ۳۔ استثنا ۲۲: ۲۲) دولہا پر دلہن کے باپ کو شادی کے لیے رقم دینا لازم تھا۔ مہر' جہیز' نقدی والد کو دی جاتی تھی (پیدائش ۳۴: ۲۔ خروج ۲۲: ۲۷۔ ۰ اول سموئیل ۱۸: ۲۵) منگنی کے لئے عبرانی لفظ کا اصل مطلب کسی چیز کے قانونی طور پر مالک ہونا ہے۔ منگنی کے بعد شادی بیوی کو اپنی ملکیت میں لینے کے عمل کا نام ہے (استثنا ۲۱: ۱۳' ۲۴: ۱)

قانونی طور پر عورت کے گھاٹے میں رہنے کی ایک اور مثال طلاق اور

زنا کے قواعد ہیں۔ مرد کو اجازت تھی کہ بعض حالات میں عورت کو طلاق دے دے (استثنا ۲۴:۱) لیکن عورت طلاق دینے کے حق سے محروم تھی مرد صرف شادی شدہ یا منگنی والی عورت سے ہم بستر ہونے کی صورت میں زنا کا مرتکب ٹھہرتا (استثنا ۲۲: ۲۲ تا ۲۹) جبکہ عورت اپنے خاوند کے علاوہ کسی بھی مرد سے جنسی تعلقات قائم کرنے پر زنا کار قرار پاتی۔ اسی طرح جب تک کسی دوسرے کی بیوی سے زنا نہ کرے خاوند اپنی بیوی کے مقابلہ میں زانی نہ سمجھا جاتا۔ قانون وراثت بھی عورت کے خلاف جاتا۔ بیٹوں کی موجودگی میں بیٹی وراثت سے محروم رہتی تھی (صفحات ۲۶، ۸۷)

علماء یہود کے ہاں مسیح کے دنوں عورت قابل نفرت شے تھی مثلاً یہودی مصنف یوسیفس (۳۷ء تا ۱۰۰ء) لکھتا ہے عورت "ہر لحاظ سے مرد سے کمتر ہے" دوسرے نے کہا "بچوں کا مرد خوش قسمت ہے اور بچیوں والا بد قسمت"۔ ربی یہوداہ (۱۵۰ء) کا قول ہے "آدمی کو روزانہ تین لحاظ سے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ شکر ہے کہ خدا نے مجھے بت پرست نہ بنایا۔ شکر ہے کہ خدا نے مجھے عورت نہ بنایا۔ شکر ہے کہ خدا نے مجھے ان پڑھ نہ بنایا۔ عورتوں کو حقیر، بچوں اور غلاموں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ باغ عدن سے نکالے جانے کے قصہ میں بھی عورت کی گراوٹ ظاہر کی جاتی۔ عورت کو بڑی مجرم سمجھا جاتا جو نسل انسانی کیلئے دکھوں کا باعث بنی۔ ایسے بہتیرے اقوال نقل کئے جا سکتے ہیں جو یہودیت میں عورتوں کے پست مقام پر دلالت کرتے تھے۔ عورتیں ہیکل میں خاص حد ("عورتوں کے صحن") تک ہی جا سکتی

تھیں۔ ان کے لئے قربانی چڑھانا ممنوع تھا۔ عبادت گاہ میں عبادت گزاروں کا کورم پورا کرتے وقت انہیں گنتی میں نہیں لیا جاتا تھا۔ انہیں عبادت گاہ میں مردوں سے الگ رکھا جاتا تھا۔

قانونی طور پر عورتیں کئی طرح سے نقصان میں رہتیں۔ وہ عدالت میں شہادت نہیں دے سکتی تھیں کتب مقدسہ کے دور میں ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت بیویوں کی قدر و قیمت گھٹانے کا باعث تھی۔ ربی ہلل کے مطابق اگر بیوی سے روٹی جل جاتی یا مرد کو حسین تر عورت مل جاتی تو وہ بیوی کو طلاق دے سکتا تھا ہلل کی یہ آزادروی فلسطین اور باقی ممالک میں روا سمجھی جاتی تھی۔ ظاہر ہے کہ بیویاں مردوں کے رحم و کرم پر ہوتیں۔

علماء مرد کو ترغیب دیتے کہ وہ بیوی سے محبت اور اس کی عزت کرے کیونکہ "بیوی خاوند کی دولت ہے زندگی ہے' دھن ہے' اس کا تاج ہے" لیکن یہ سب اعزازات طبقہ نسواں کو حاصل نہیں تھے۔ صرف شادی شدہ عورتوں ہی کے لئے مخصوص تھے۔ اپنی ذات کے لحاظ سے عورت کوئی شے نہیں ہے۔ کچھ علماء بیویوں اور ماؤں کی تعریف کرتے۔ بیوی یا ماں نہ ہونے والی کے لئے ان کے ہاں کچھ بھی حیثیت نہیں ہوتی تھی (صفحات ۹۳' ۹۴)

مسیحیت:۔ "مخصوص مسیحی کتب مقدسہ کا ایک بنیادی اصول ہے کہ مرد عورت کا سر ہے" (صفحہ ۱۳۰)

چنانچہ حکم ہے:

"اسی طرح عورتیں حیادار لباس سے شرم اور پرہیزگاری کے ساتھ اپنے آپ کو سنواریں نہ کہ بال گوندھنے اور سونے اور موتیوں اور قیمتی

پوشاک سے بلکہ نیک کاموں سے جیسا خدا پرستی کا اقرار کرنے والی عورتوں کو مناسب ہے۔ عورت کو چپ چاپ کمال تابعداری سے سیکھنا چاہیے اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے یا مرد پر حکم چلائے بلکہ چپ چاپ رہے۔ کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا۔ اس کے بعد حوا اور آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی" (۱۔تیم ۲: ۸ تا ۱۴)

"ہر مرد کا سر مسیح اور عورت کا سر مرد اور مسیح کا سر خدا ہے۔۔۔۔۔

جو عورت بے سر ڈھکے دعا یا نبوت کرتی ہے وہ اپنے سر کو بے حرمت کرتی ہے کیونکہ وہ سر منڈی کے برابر ہے۔ اگر عورت اوڑھنی نہ اوڑھے تو بال بھی کٹائے۔ اگر عورت کا بال کٹانا یا سر منڈانا شرم کی بات ہے تو اوڑھنی اوڑھے۔ عورت مرد کا جلال ہے۔ اس لئے کہ مرد عورت سے نہیں بلکہ عورت مرد سے ہے۔ اور مرد عورت کے لئے نہیں بلکہ عورت مرد کے لئے پیدا ہوئی اس فرشتوں کے سبب سے عورت کو چاہیے کہ اپنے سر پر محکوم ہونے کی علامت رکھے۔۔۔۔۔ تم آپ ہی انصاف کرو۔ کیا عورت کا بے سر ڈھکے خدا سے دعا کرنا مناسب ہے؟ کیا تم کو طبعی طور پر بھی معلوم نہیں کہ اگر مرد لمبے بال رکھے تو اس کی بے حرمتی ہے۔ اور اگر عورت کے لمبے بال ہوں تو اس کی زینت ہے۔ کیونکہ بال اسے پردہ کے لئے دیے گئے ہیں۔ لیکن اگر کوئی حجتی نکلے تو یہ جان لے کہ نہ ہمارا ایسا دستور ہے، نہ خداوند کی کلیسیاؤں کا" (۱۔کرنتھی باب ۱۱)

"اے بیویو جیسا خداوند میں مناسب ہے اپنے شوہروں کے "تابع رہو" (کلسی ۳: ۱۸)

بیویاں بھی ہر بات میں اپنے شوہروں کے تابع ہوں" (افسی ۵: ۲۴)

"بوڑھی عورتوں کی بھی وضع مقدسوں کی سی ہو۔ تہمت لگانے والی اور زیادہ مے پینے میں مبتلا نہ ہوں بلکہ اچھی باتیں سکھانے والی ہوں تاکہ جوان عورتوں کو سکھائیں کہ اپنے شوہروں کو پیار کریں، بچوں کو پیار کریں اور متقی اور پاک دامن اور گھر کا کاروبار کرنے والی اور مہربان ہوں اور اپنے اپنے شوہر کے تابع رہیں تاکہ خداوند کا کلام بدنام نہ ہو" (ططس باب ۲)

"اے شوہرو! تم بھی بیویوں کے ساتھ عقلمندی سے بسر کرو اور عورت کو نازک ظرف جان کر اس کی عزت کرو" (۱۔ پطرس ۳: ۷)

"عورتیں کلیسا کے مجمع میں خاموش رہیں کیونکہ انہیں بولنے کا حکم نہیں۔ بلکہ تابع رہیں۔ جیسا توریت میں بھی لکھا ہے۔ اور اگر کچھ سیکھنا چاہیں تو گھر میں اپنے شوہر سے پوچھیں کیونکہ عورت کا کلیسیا کے مجمع میں بولنا شرم کی بات ہے" (۱۔ کرنتھی ۱۴: ۳۴، ۳۵)

مسیحی علماء: تیسری صدی عیسوی سے مسیحیوں میں جنس پرستی کی وقعت گھٹ گئی۔ سینٹ آگسٹین نے یہاں تک کہہ دیا کہ جنسی اختلاط گناہ ہے۔ پوپ گریگری اول کے ہاں مباشرت بذریعہ شادی گناہ نہیں تھی۔ البتہ اس سے منسلک لذت گناہ تھی۔ بدقسمتی سے لذت سے ممانعت حالیہ ادوار تک جاری رہی۔ مارٹن لوتھر شادی سے اختلاط کو بھی گناہ قرار دیتا تھا۔ البتہ کہتا تھا کہ خدا اپنے فضل و کرم سے اسے گناہ شمار نہیں کرتا۔ تاریخ مسیحیت عورتوں کی تذلیل سے بھی پڑی ہے۔ اخلاقی لحاظ سے عورت کو بار بار مرد سے گھٹیا کہا گیا۔ ترتلیان عورت کو "برائی کا دروازہ" کہتا تھا اور اس

سے محتاط رہنے کی ہدایت کرتا تھا۔ صدیوں عورتوں سے خوفناک بدسلوکی کی گئی۔ چڑیلیں قرار دیکر لکھو کھا عورتیں موت کی نیند سلائی گئیں۔ مسیحی مغرب کو بہالیجانے والا جنسی سیلاب ایسی تعلیمات کے خلاف رد عمل ہے۔"

(صفحات ۱۳۵، ۱۳۶)

اور یہ بھی مسیحی ذہنیت ہے!

"ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں لڑکے لڑکی کی آپس کی دوستی اور محبت کو معیوب سمجھا جاتا ہے" ہمارے ہاں شروع ہی سے عورت اور مرد کی نابرابری کے لئے اکثر اوقات آسمانی کتابوں تک سے بھی حوالے دیے جاتے ہیں۔ اور یہ اس قدر تندہی سے ہوتا ہے کہ آخر عورتوں نے خود کو واقعی کمزور اور مرد سے کمتر کر لیا ہے۔ ہمارے ہاں عورت اور مرد ایک دوسرے کے بالکل برعکس ہیں۔ یعنی مرد طاقت ور ہے اور عورت کمزور اور مرد عقلمند ہے اور عورت جاہل۔ مرد سب کچھ کر سکتا ہے مگر عورت بے بس و مجبور۔ مرد کے پاس فیصلہ کرنے کا اختیار ہے جبکہ عورت ایک وقت میں دو شوہر نہیں رکھ سکتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ہاں عورت اب تک ملکیت اور شے ہے۔ بیچی اور خریدی جا سکتی ہے۔ ہمارے ہاں اکثر جگہوں پر عورت کو مرد سے کم اجرت ملتی ہے۔ جنسی امتیاز کے اس معاشرے میں وہ اپنے اندر بہت سے دکھ چھپائے، زندہ رہنے کی خاطر ہر روز مرتی ہے۔ ہمارا معاشرہ بچپن ہی سے عورت اور مرد کی تفریق کو ایک دوسرے میں پروان چڑھانا شروع کرتا ہے۔ اس تفریق سے ہم بحیثیت قوم نفسیاتی مسائل میں گرفتار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن آزادی کی جانب قدم اٹھانے کی ہمت

نہیں رکھتے۔ دو بار محترمہ بے نظیر بھٹو کا وزیر اعظم بننا اس بات کی قطعی دلیل نہیں ہے کہ پاکستان میں عورت اور مرد کے مابین جنس کی بنا پر کوئی تفریق نہیں ہے۔

"گزشتہ تقریباً ۵۰ سالوں سے ہماری عورت انسانی حقوق کی قبر پر نوحہ کناں ہے۔ وہ واقعی بے یارو مددگار ہو گئی ہے" (تفصیلات مسیحی ماہنامہ "کارتیاس" نومبر ۹۴ء صفحہ ۴۲)

خیال رہے کہ یہ مضمون پاکستان کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔

سوال (۶) :۔ سلمان رشدی نے اپنی طرف سے تو کچھ نہیں لکھا۔ تمہارے قرآن و حدیث سے نقل کیا ہے۔ تم بجائے جواب دینے کے اس کی جان کے دشمن ہو گئے ہو۔ کیا یہ ناانصافی نہیں ہے؟

یہی بات وہ رنگیلا رسولؐ کے حوالہ سے کہتے ہیں۔

جواب :۔ سلمان رشدی کی کتاب کوئی تحقیقی تخلیق نہیں ہے۔ قرآن و حدیث اور سیرت کے حوالے سے کچھ نہیں لکھا۔ ایک ناول ہے' افسانہ ہے۔ مقدس ہستیوں کو کردار بنا کر توہین کی ہے۔ جو منہ میں آیا بک دیا۔ اب اس نے ناول لکھا ہے کہ سپین کی ملکہ ازبیلا نے کولمبس کے ساتھ مباشرت کی تھی۔ اس قسم کی بے ہودہ و بے سروپا باتیں لکھ کر پیسے بٹورتا ہے۔ شہرت حاصل ہوتی ہے۔ عزت ملتی ہے۔

اب یہ راز کوئی راز نہیں رہا کہ سلمان رشدی کی کتاب شیطانی ہفوات (Satanic Verses) اقوام مغرب کی اسلام کے خلاف سازش ہے۔ کنجوس

کمی چونکہ انگریز قوم اس کی حفاظت و نگہداشت، دیکھ بھال اور پرورش پر پانی کی طرح پونڈ بہا رہی ہے (ایک لاکھ سٹرلنگ پونڈ ماہانہ۔ نوائے وقت ۲۱.۵.۹۵) یورپی ممالک اس کی آؤ بھگت کرتے ہیں۔ پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ رہنے کی دعوتیں دیتے ہیں، نقد رقوم سے نوازتے ہیں۔ امریکی صدر اسے شرف ملاقات بخشتا ہے۔ سارا مغرب اس کے قتل کا فتویٰ واپس لینے کے لئے ایران پر دباؤ ڈال رہا ہے۔ آخر کیوں؟

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۱۷ جنوری ۹۳ء کی یہ خبر یقیناً دلچسپی سے پڑھی جائے گی۔

سلمان رشدی برطانوی جاسوس ہے

پیرس (اپ س) فرانسیسی رسالے پیرانج نے اپنے حالیہ شمارے میں انکشاف کیا ہے کہ سلمان رشدی برطانیہ کا جاسوس ہے۔ اس نے اپنی کتاب شیطانی ہفوات برطانوی جاسوسی ادارے کے حکم پر لکھی۔ رسالہ لکھتا ہے کہ برطانیہ سلمان رشدی کے حفاظتی انتظامات پر سالانہ ۳۰ لاکھ فرانک خرچ کرتا ہے۔ رسالے نے سوال کیا ہے کہ انگریز قوم بڑی کنجوس ہے جہاں اسے فائدہ نہ ہو وہ ایک فرانک بھی خرچ نہیں کرتی اس لئے اگر رشدی برطانیہ کے مفادات کی خدمت نہیں کرتا تو پھر اس پر اتنی رقم خرچ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"

اس ضمن میں یہ نوشتہ بھی قابل دید شے ہے!

"اوسلو (مانیٹرنگ ڈیسک) ناروے نے شاتم رسولؐ سلمان رشدی کے خلاف موت کا فتویٰ واپس لینے سے ایران کے انکار پر بطور احتجاج تہران سے

اپنا سفیر واپس بلا لیا۔ تاہم ناروے کے ایک سرکاری ترجمان کے مطابق ان کے ملک کے ناظم الامور اب بھی وہاں متعین رہیں گے۔ (نوائے وقت ۵۔۷۔۹۵)

مسیحی یورپ بنگلہ دیشی ملعونہ سلیمہ نسرین کو بھی ہاتھوں ہاتھ لے رہا ہے۔ بھارت میں بنگلہ دیش کے ہائی کمشنر نے علی الاعلان کہا ہے کہ "سلیمہ نسرین کوئی شے نہیں تھی۔ بھارت نے بنگلہ دیش کو ایک بنیاد پرست مسلم مملکت مشہور کرنے کی غرض سے ملعونہ کے حق میں پراپیگنڈہ کا طوفان کھڑا کیا تھا۔

القصہ نام نہاد سلمان رشدی (اینڈ کمپنی) کی مردود زمانہ کارگزاریاں مغربی مسیحی ممالک کی روائتی اسلام دشمنی اور خبث باطن کا کھلا اظہار ہیں۔ بے بنیاد و بے اصل ہیں۔ یہ بے سروپا داستانیں محض مسلمانوں کی دلازاری کے لئے تصنیف کی گئی ہیں۔

کوئی پوچھے تو سہی کہ ناروے حکومت کا سلمان رشدی کے ساتھ (سوائے اسلام دشمنی کے اور) کیا گہرا تعلق واسطہ ہے جس کی بنا پر ایران سے سفارتی تعلقات کے انقطاع ایسا انتہائی اقدام کیا گیا ہے!

رنگیلا رسول :۔ "رنگیلا رسول" نامی کتاب آریہ سماجی ہندوؤں نے لکھی۔ مصنف کا پتہ نہیں چل سکا۔ راجپال اس کا ناشر تھا۔ مسلمانوں کے احتجاج پر حکومت نے اسے ضبط کر لیا۔ اس دور کے مشہور مناظر شیخ الاسلام ابوالوفاء مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے "رنگیلا رسول" کا جواب بعنوان "مقدس رسول" دیا۔ جس کے دیباچہ میں چھاپے گئے تبصروں

پر ستمبر اکتوبر ۱۹۲۴ء کی تاریخیں درج ہیں۔ "مقدس رسول" کے کئی ایڈیشن چھپے۔ ہمارے پاس ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ کا مطبوعہ نسخہ موجود ہے۔

"رنگیلا رسول" کا خاص اعتراض یہ تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کیا جبکہ اس نکاح کی غرض و غایت ہی زمانہ جاہلیت کے اس بت کو توڑنا تھا۔

تعدد ازواج کی وضاحت بھی کی جا چکی ہے:۔

بت پرستوں کے ہاں اپنے خداؤں اور دیوتاؤں کی خاک بھی قدر و منزلت نہیں ہوتی۔ یار لوگ انھیں بھی اپنی سطح پر لیتے ہیں اور ان کے بارے میں بلا جھجک و بلا کراہیت دل کھول کر اول فول بکتے اور انٹ شنٹ لکھتے ہیں۔

ایک دن فلائنگ کوچ میں اسلام آباد سے لاہور آ رہا تھا ٹی وی پر کوئی بھارتی پنجابی فلم لگی تھی میں نے بگوش خود ایک کردار کو یہ کہتے سنا:۔

"جن کی مائیں زندہ ہوں ان کا تو پرماتما بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتا"

سابق صدر جمہوریہ بھارت آروینکٹ رمن نے کہا:۔

"اگر ایشور بھی بھارت آ جائے تو یہاں کے مسائل حل کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہو گا" سہ روزہ "دعوت" دہلی ۲۸.۲.۹۴)

اسی طرح یہودی اور مسیحی بھی خدا کو آڑے ہاتھوں لیتے ہیں۔

(۱) خداوند نے اسرائیل کے قبیلوں میں رخنہ ڈال دیا تھا (قضاۃ ۲۱:۱۵)

(۲) خدا نے یہودیوں کو دغا دیا (یرمیاہ ۴:۱۰)

(۳) خدا نے سر اور پاؤں کے بال مونڈنے اور داڑھی کھرچنے کے لئے

بت پرست بادشاہ سے استرا کرایہ پر لیا (یسعیاہ ۷:۲۰)

(۴) "دیکھو خداوند دور سے چلا آتا ہے۔ اس کا غضب بھڑکا اور دھوئیں کا بادل اٹھا۔ اس کے لب قہر آلود اور اس کی زبان بھسم کرنے والی آگ کی مانند ہے۔۔۔۔۔ خداوند اپنی جلالی آواز سنائے گا اور اپنے قہر کی شدت اور آتش سوزاں کے شعلے اور سیلاب اور آندھی اور اولوں کے ساتھ اپنے بازو نیچے لائے گا۔ ہاں خداوند کی آواز ہی سے اسور تباہ ہو جائے گا۔ وہ اسے لٹھ سے مارے گا۔ اور اس قضا کے لٹھ کی ہر ایک ضرب جو خداوند اس پر لگائے گا دف اور بربط کے ساتھ ہو گی۔ اس کا ڈھیر آگ اور بہت سا ایندھن ہے اور خداوند کی سانس گندھک کے سیلاب کی مانند اس کو سلگاتی ہے" (یسعیاہ ب ۳۰)

(۵) خدا کی بیوقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی اور خدا کی کمزوری آدمیوں کے زور سے زیادہ زور آور ہے" (۱۔ کرنتھی ۱:۲۵)

بی بی سی ٹی وی کا قصہ ہے۔ مراسلہ نگار لکھتا ہے:

"مجھے افسوس ہے کہ مسیح خداوند کا بہت مذاق اڑایا گیا تھا"

I regret there was enough mockery of the Lord Jesus.

'Methedist Recorder' London' January 5, 1995 '

(۷) مسیح کو پاگل' ابلا ہوا انڈا' جہنم میں جلنے والا شیطان' دیوانہ یا اس سے بھی گیا گزرا' تھوکے جانے کے قابل اور قابل گردن زدنی جس بھوت کہا جا سکتا ہے

' Lion Handbook: The World's Religions : 1982' P.339' Col.3)

(A

بات متعلقہ بت پرستوں تک ہی محدود (در محدود) رکھی گئی ہے ورنہ عمر عیار کی زنبیل میں بہت کچھ تھا! اچھا' تو آئیں اب ہندو ذہنیت کو سمجھیں جو "رنگیلا رسول" لکھنے کا محرک بنی۔ جب مسلم پریس نے رسالہ مذکور کے خلاف چیخ پکار کی تو آریہ سماجی اخبار نے اس قسم کی تلخ تحریر لکھنے کی وجہ استحقاق بتائی:

"اگر بدھ' عیسیٰ' نانک اور دیانند پر نکتہ چینی کی جا سکتی ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے بالاتر ہو۔ کوئی بھی ہندو یا آریہ حضرت کے متعلق کسی قسم کی بے ادبی اپنے ذہن میں نہیں لا سکتا۔ ہاں وہ اس اصول کے لئے لڑیں گے کہ حضرت کی زندگی نکتہ چینی سے بالاتر نہیں۔ مسلمانوں کا کوئی حق نہیں کہ جب کبھی غیر مسلم اس مضمون پر قلم اٹھائے تو وہ آپے سے باہر ہو کر اسے کچلنے کی کوشش کریں۔" (روزنامہ "پرتاپ" ۱۲ جولائی ۱۹۲۴ء صفحہ ۲ کالم ۲ بحوالہ "مقدس رسول" صفحہ ۳۲)

قرآن کریم بارے مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے برحق ہے۔ فرمان الٰہی ہے' قابل تسلیم ہے۔ بلا چون و چرا واجب التعمیل ہے۔ قرآن پاک کے کسی حکم کو سمجھنے کے لئے غور و خوض کیا جا سکتا ہے لیکن اسے چیلنج کرنے یا اس کا حسن و قبح زیر بحث لانے یا اس پر نکتہ چینی یا اس کے متن کی صحت کو پرکھنے کا وہم و گمان بھی کسی مسلمان کے دل میں نہیں آ سکتا!

اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال بھی

اور بدی کا معیار ہیں۔ جو کچھ آپ نے کیا یا کرنے یا نہ کرنے کا حکم فرمایا مسلمان کا کام اسے من و عن مان لینا اور اس کے مطابق عمل کرنا ہے۔ کسی حکم کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک ہونے یا نہ ہونے پر چھان بین کی جا سکتی ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی قول' فعل' حرکت پر انگشت نمائی یا اس میں سے غلطیاں نکالنا یا اسے عقل کی کسوٹی پر جانچنا یا عیب جوئی مسلمان کا مقام نہیں ہے!

جبکہ ہندو اور عیسائی اپنی مقدس کتابوں' ہستیوں اور معبودوں کو کھلم کھلا! ڈنکے کی چوٹ! تنقید کے ترازوں میں تولتے ہیں تنقید اعلیٰ Higher Criticism اور تنقید ادنیٰ Lower Criticism کے نام سے کتابوں کے مصنفین اور متن کی صحت کا کھلے دل سے تنقیدی مطالعہ کرتے ہیں۔ ایک ایک باب' فقرہ اور لفظ لفظ کو چیر پھاڑ کے عمل سے گزارتے ہیں۔

ہندو نمائندہ کا اصول اپنی جگہ لاکھ بجا و درست سہی' پر لازم تھا کہ وہ اس اصول کا اطلاق اپنے خداؤں دیوتاؤں' معبودوں' مقدس ہستیوں اور رشیوں' منیوں تک ہی محدود رکھتا۔ ایک ہندو کیلئے' ایک ہندو اصول کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاق اس کی فاش غلطی تھی۔ اسے اس کا کوئی حق نہیں پہنچتا تھا!

اصول ہندوؤں کا اور اس کا اطلاق مسلمانوں کے بزرگ ترین نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر! یہ کدھر کا اصول ہے؟

یہ تو وہی بات ہوئی جیسے کوئی ہندو مرد مسلمان عورت سے نیوگ کے ذریعہ وارث حاصل کرنے پر مصر ہو!

جو کام مسلمان کے ایمان و ایقان اور عقیدہ کے خلاف ہو' اسے کرنے کا سوچ بھی نہ سکتا ہو' اس اغیار کو کرتے دیکھ کر کیسے برداشت کرے گا؟

ان دنوں گستاخ رسولؐ ایکٹ کے خلاف بنیادی' انسانی' مذہبی' عالمی حقوق کی پامالی کے مسیحی شور و غوغا کی تہ میں سو فیصد یہی ذہنیت کار فرما ہے!

جیسا کہ دکھایا جا چکا مسیحی برادری خدا اور مسیح سے متعلق اظہار رائے میں مکمل آزاد ہے۔ منہ آیا کہہ لینا اور من بھایا لکھ لینا انسانی اور بنیادی حق سمجھتی ہے' مذہبی حق قرار دیتی ہے تو

وہ اسی اصول کا اطلاق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر بھی کرنے پر ادھار کھائے بیٹھی ہے جو کسی قیمت پر بھی مسلمانوں کو منظور نہیں!

زور آورو! تم اپنے خداؤں دیویوں' دیوتاؤں اور معبودوں بارے جو دل چاہے کہو لیکن مسلمانوں کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت و عفت اور عزت و حرمت کی حفاظت کا حق تو دو!

حاتم طائی کی قبر پر لات مارنے کا لاکھوں لاکھ پیشگی شکریہ!

سوال (۷):۔ تمہارا قبلہ انسان کا تعمیر کردہ ہے۔

(ii) جسے تم نے خدا کا گھر قرار دیدیا ہے۔

(iii) اگر ہم گرجوں میں مسیح کی اور مریم کی تصاویر سامنے رکھ کر عبادت کرتے ہیں تو تم خدا کی کرتے ہو لیکن مرکز عبادت تو انسانی ہاتھوں کا ہی تعمیر کردہ ہے نا!!

(iv) اگر ہم گرجوں میں مسیحؑ کی اور مریم کی تصاویر سامنے رکھ کر عبادت کرتے ہیں تو تم اسے شرک کیسے کہہ سکتے ہو؟

(v) ہندو تو دراصل خدا ہی کی عبادت کرتے ہیں لیکن مرکز ہاتھوں سے تراشی ہوئی مورتیوں اور بتوں کو بناتے ہیں۔ تم واویلا کیوں مچاتے ہو؟

جواب (i) :- قبلہ' جسے ہر وقت سامنے رکھا جائے' مطمح نگاہ' نصب العین حیات' فکر و عمل کا ماسکہ' اس مقصد کے لئے مرکز محسوس کعبہ' کو قبلہ کہا گیا۔

قبلہ انسان نے ہی تعمیر کرنا تھا۔ عبادت گاہیں انسان کی تعمیر کردہ ہوتی ہیں۔ خدا کبھی کوئی معبد تعمیر نہیں کرتا۔ ہیکل سلمانی کو بھی انسانوں نے ہی بنایا تھا۔

(ii) "قرار دے لینا" بت پرست وطیرہ ہے۔ مثلاً" یہودی اور مسیحی کتب مقدسہ اور امور عبادت وغیرہ کو یہودی اور مسیحی علماء کی کونسلوں' کمیٹیوں اور مجلسوں نے خدا کا الہام' مقدس' مستند کلام اور عبادت قرار دیا تھا۔

کعبہ کو انسانوں نے قرار نہیں دیا' خود خدا نے اسے اپنا گھر فرمایا ہے۔ (۲۔ بقرۃ: ۱۲۵)

کعبہ کو قبلہ مسلمانوں نے نہیں خدا نے قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کو تاکید ہے کہ دنیا میں کہیں بھی ہوں اپنی توجہات کا مرکز کعبہ کو قرار دیں (۲۔ بقرۃ: ۱۴۴' ۱۴۹' ۱۵۰) نوع انسان کے لئے ایک مرکز پر جمع ہونے کیلئے بنایا گیا (۲ بقرۃ: ۱۲۵) لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے (۳۔ آل عمران: ۹۶'

۲۲۔ حج : ۲۶)

نماز پڑھتے وقت کعبہ کی طرف فقط منہ کرتے ہیں' اسے پوجتے نہیں' اسکی عبادت نہیں کرتے' اس عبادت گاہ سے کچھ مانگتے نہیں۔ عبادت صرف خدا کی کرتے ہیں۔

ہیکل سلیمانی یہودیوں کے لئے مرکز عبادت تھی۔ اس کے سوا یہودی عبادات' عیدیں اور قربانیاں پیش کرنا کہیں اور ممکن نہیں تھا۔ مسلمانوں کے ہاں کعبہ کی حیثیت یہ نہیں ہے! وہاں حاضری (طواف) صرف حج کے لئے ضروری ہے۔

سٹینلے لین پول نے لکھا:

"کعبہ مسلمان کو اس کے مذہب کے ابتدائی دور میں لے جاتا ہے۔ جبکہ اس کے انبیاء کرام ابھی بچپن میں تھے۔ یہ اسے اسلام و کفر کی کشمکش یاد دلاتا ہے۔ یہ اسے یاد دلاتا ہے کہ بتوں کی بربادی کے بعد کس طرح ایک خدا کی عبادت قائم کی گئی تھی۔ ان سب سے بڑھ کر کعبہ مسلمان کو یاد دلاتا ہے کہ وہ ایک بہت بڑی جماعت کا ایک فرد ہے۔ جن کے درمیان مذہب بنائے اتحاد ہے۔ ان کی امنگیں ایک سی ہیں۔ وہ سب چیزوں کی تعظیم کرتے ہیں اور ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں"

(Studies in a Mosque by Stanely Lane Poole : 1966 p.96)

(iv) پادری پروٹنٹ نے لکھا:

"ہم تصویروں اور مورتوں کی عزت نہیں کرتے بلکہ خداوند یسوع مسیح اور اس کے مقدسوں کی عزت کرتے ہیں۔ تصویریں اور مورتیں خداوند

یسوع مسیح اور اس کے مقدسین کو یاد کرنے کے وسائل ہیں" (انتظام نجات مصنفہ ریورنڈ فادر پروڈنٹ مطبوعہ ۱۹۵۸ء صفحہ ۹۹)

ہندو بھی یہی کچھ کہتے ہیں کہ ہم عبادت تو نادیدہ خدا ہی کی کرتے ہیں۔ بس اس کا تصور مستحضر کرنے کے لیے یہ مورت سامنے رکھ لیتے ہیں' ساری عمر کسان کو گورنر کی شکل بھی دیکھنی نصیب نہیں ہوتی اسے تو پٹواری سے ہی واسطہ پڑتا ہے لہٰذا کسان کو چاہیے کہ پٹواری کو ہی خوش رکھے مشرکین مکہ کا عقیدہ تھا کہ ہم مبہم' غیر مرئی چیز پر اپنی توجہ نہیں لگا سکتے اس لئے ان کی توجہ کیلئے ان کے بت سامنے رکھ لیتے ہیں۔ اصل غرض ان کی عبادت نہیں۔ عبادت تو خدا ہی کی کرتے ہیں "یہ معبود اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے سفارشی ہیں" (۱۰۔ یونس : ۱۸)

کبھی کہتے ہم اس قابل نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو سکیں یا دعا کر سکیں یہ ہمیں اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا واسطہ ہیں (۳۹۔ زمر: ۳)

بت پرستی کا آغاز یہیں سے ہوا۔ عبادت کرتے وقت لوگ خدا کی صورت کو مستحضر کرنے کے لئے اپنی نیک اور مقدس شخصیات کے بت سامنے رکھ لیتے۔ اصل شرک یہی تھا۔ بعد میں آنے والوں نے ان بتوں کو ہی خدا اور معبود سمجھ کر پوجنا شروع کر دیا!

عیسائیوں کا' تصویروں اور بتوں کو سامنے رکھنا بھی شرک اور بت پرستی ہے۔ اور وہ بتوں کو صرف سامنے ہی نہیں رکھتے' ان سے باقاعدہ مانگتے ہیں۔

ڈاکٹر فشر نے لکھا:

"چوتھی صدی کے اخیر کے قریب گرجا گھروں میں تصویروں اور مجسموں کا استعمال عام ہو گیا۔ لوگ انہیں سجدہ کرتے، زیادہ بے علم انہیں پوجتے بھی تھے۔ ایسے لوگ کہتے کہ اس طرح وہ غیر خدا (absent God) اور اس کے مقدسین کے قیمتی نشانوں کی تعظیم کرتے ہیں" (فشر: ۱۱۷)

مزید لکھتے ہیں "مدتوں تصویروں کی پوجا اصولی طور پر رد کی جاتی رہی۔ ان کے استعمال کا آغاز گھروں سے ہوا۔ مسیحیوں نے بھی سجاوٹی تصویروں کا بت پرست رواج اپنا لیا" (صفحہ ۲۳)

چنانچہ "مریم پوجا عام ہو گئی" (صفحہ ۱۱۸)

پادری ہیرس رقمطراز ہیں:

"کنواری مریم کی پرستش کے ساتھ ساتھ مقدسوں اور فرشتوں کی پرستش بھی عام ہو گئی جن سے خدا تعالیٰ کے حضور سفارش کی درخواست کی جاتی کہ وہ خطرات سے محفوظ رکھیں۔ پانچویں صدی سے ان کی تصاویر گرجاؤں میں لگائی گئیں۔ ان کے سامنے بتیاں جلانا، بخور جلانا، ان کو بوسہ دینا، آخر کار پرستش ہونے لگی" (تواریخ مسیحی کلیسیا مصنفہ پادری کینن ڈبلیو پی ہیرس بی اے مطبوعہ ۱۹۳۹ء صفحہ ۲۹۹)

"یسوع مسیح کی پوجا مسیحیت کا بنیادی پتھر ہے"

Handbook to the Bible : The World's Religions's p.336' col.l)

(A Lion

اسلامی اصول ہے کہ باطل پرستی کبھی بھی حق پرستی کا بدل یا وسیلہ نہیں بن سکتی۔ خدا کو براہ راست، بلا واسطہ پوجا جانا چاہیے۔ بتوں اور

تصویروں کے واسطہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ شرک ہے۔

مذاہب عالم میں اسلام کا یہی امتیاز ہے۔

ہارورڈ یونیورسٹی میں تاریخ مذاہب کے پروفیسر جارج فٹ مور ڈی ڈی' ایل ایل ڈی' ڈی لٹ نے لکھا:

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں" اسلام کا بنیادی پتھر ہے۔ اللہ پاک بڑا حاسد ہے۔ کسی مقابل کو برداشت نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ کسی کو لائق عبادت سمجھنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ بت پرست تو اس گناہ کے مجرم ہوئے سہی' مسیحی بھی بری نہیں جو کہتے ہیں کہ "مسیح ابن مریم خدا ہے" یا خدا تین میں سے ایک ہے"

of the Religions by Prof. Dr. George Foot More : 1948' p.395)

(History

سوال (۸) :۔ مسلمانوں کے نظریہ جہاد کی رو سے دنیا کبھی امن کا گہوارہ نہیں بن سکتی۔ جنگ چھڑی ہی رہے گی۔ اپنے اس بنیادی رکن جہاد میں تبدیلی پیدا کرو۔ جنگ اس سے کرو جو تم سے جنگ کرتا ہے۔ کسی غیر مسلم سے صرف اس بنیاد پر جنگ کیوں کرتے ہیں کہ وہ مسلمان نہیں ہے یہ تو زبردستی ہے۔

جواب :۔ مسلمان جنگ صرف ان لوگوں سے کرتے ہیں جو ان سے جنگ کریں۔ جو قوم اسلام لے آئے یا جزیہ دینا قبول کرے' اس کے خلاف جنگ نہیں کی جاتی۔ یہ غلط خیال ہے کہ جہاد ہر غیر مسلم کے خلاف روا

ہے۔

نظریہ جہاد کی رو سے جنگ چھڑے رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر مسلمان جہاد کے لئے مطلوبہ قوت حاصل کرلیں تو دنیا امن کا گہوارہ بن جائے، کفار، اسلام یا کم از کم اطاعت قبول کرلیں گے۔ جنگ بازی کا مسئلہ ختم ہو جائے گا۔

ہندوستان میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت ۱۹۳۷ء میں کانگرسی وزارتیں قائم ہوئیں تو مشہور ہندو رہنما موہن داس کرم چند گاندھی نے انہیں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی پیروی کی تلقین کی تھی ان دونو بزرگوں کا دور خلافت دنیائے آب و گل کے لئے ہر لحاظ سے سرمایہ افتخار ہے۔ رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہم اجمعین۔

تتمہ

اسلام اور تعدد ازواج

آج عورت کا مسئلہ اس قدر نازک بن گیا ہے کہ مغرب کا دماغ اس کو حل کرنے میں ناکام ہو چکا ہے عورتوں اور مردوں کے مشترک عریاں کلب کے قیام کے بعد عورت کی حیثیت چائے کے کپ اور سگریٹ کے پاکٹ سے زیادہ نہیں رہ گئی ہے۔ مغرب نے شکم کی بھوک پر تو قابو پا لیا لیکن جنسی بھوک میں سارے امتیازات ختم کر دینے کے باوجود بھی انہیں تسکین کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔ یورپ کی بد تہذیبی بلکہ صحیح تعبیر بد تمیزی سے تنگ آ کر پاپائے روم نے ایک کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے عصمت فروشی کی روک تھام پر زور دیا لیکن جب ان سے سوال کیا گیا کہ اگر کسی ملک میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو تو عصمت فروشی کا انسداد کس طرح کیا جائے۔ اس پر وہ خاموش رہے۔ کیونکہ پاپا جی جس مذہب کے نمائندہ ہیں اس کے پاس اس صورت حال کا کوئی حل نہیں ہے اور جو حل ہے اس کا اعتراف کرنے سے صدیوں کی بنائی ہوئی عمارت مسمار ہو جاتی ہے اس بنا پر ان کو اپنی عافیت خاموشی میں ہی نظر آئی۔

قبل اسلام مختلف قوموں اور ملتوں میں بکثرت عورتوں سے شادی کرنے کا رواج اور دستور تھا۔ ایک شخص دس دس بیویاں کر لیتا تھا اور کبھی یہ تعداد بلا شرط و قید سینکڑوں تک پہنچ جاتی تھی لیکن جب اسلام آیا تو اس

نے اپنے قانون کے ذریعہ صحیح معنوں میں پہلی بار کثرت ازواج پر پابندی عائد کر دی البتہ بعض مصالح کے پیش نظر افراد و جماعت سب کا لحاظ کر کے عدل کی شرط کے ساتھ چار بیوی تک کی اجازت دے دی تاکہ آدمی بے راہ روی سے بچے کیونکہ مرد کے قویٰ اور جسمانی ساخت ہی اس نوعیت کی ہے کہ بکثرت عورتوں میں ایک بیوی اس کی طبعی خواہش کی تشفی کے لیے کافی نہیں ہوتی۔ پھر یورپ کے ماہرین حیاتیات کی شہادتیں اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ طبعی ضرورت سے قطع نظر مرد کی شہوانی جبلت تنوع پسند بھی ہے۔ بدکاری کی گرم بازاری' خواہشات کی وسعت اور دست درازی نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ انسانی فطرت میں تعدد اور تنوع کی آرزو موجود ہے ورنہ لوگ ایک ہی عورت پر قناعت کرتے۔ اس لیے جو شریعت مرد کی اس جبلت کی کوئی رعایت اپنے نظام میں نہیں رکھتی وہ فطرت کے مطابق نہیں کہی جا سکتی۔ اس لیے اسلام نے ایک طرف تو یک زوجی کی قید کو ختم کر کے تعدد ازواج کی اجازت بھی دے دی تاکہ کوئی تنگی محسوس نہ کرے اور دوسری طرف اس کی مناسب حد بندیاں بھی کر دیں تاکہ شہوت رانی کا دروازہ نہ کھل جائے اور یہی اس کی حکمت کا کمال ہے۔

تعدد ازواج کے سلسلہ میں اسلام نے جو شرط عائد کی ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص کو اپنے نفس پر اعتماد ہو کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان کھانے پینے انہیں رہنے سہنے سونے اور خرچ کرنے کے معاملے میں عدل کر سکے گا اس کے لیے ایک سے زائد بیوی کرنا جائز ہے مگر عدل کا یہ مطلب نہیں کہ ہر معاملہ مساوات عددی ہی کے ساتھ کیا جائے۔ کیونکہ ایک کم سن نوجوان

بیوی کی ضرورتیں خواہشیں اور دلچسپیاں ایک بڑی عمر والی بیوی سے یقیناً مختلف ہوں گی اس لیے عدل کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو بقدر امکان اور اس کے ذوق و حالات کے لحاظ سے راحت پہنچاتا ہے البتہ جذباتی اور قلبی میلان میں برابری کرنا یہ انسان کے بس میں نہیں ہے۔

جس شخص کو اپنے نفس پر اعتماد نہ ہو اس کے لیے ایک سے زائد بیوی کرنا حرام ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک بیوی پر اکتفا کرلو۔

ایک سے زائد بیویاں کرنے کی اجازت دینے میں کئی مصلحتیں ہیں۔

۱۔ جہاں تک مرد عورت کے اتحاد و تناسل کا مسئلہ ہے تو مرد کا عمل چند منٹ میں ختم ہو جاتا ہے اور اسکے بعد مرد پر جسمانی حیثیت سے کوئی ذمہ داری باقی نہیں رہتی۔ بخلاف اس کے عورت کے لیے اس دو منٹی عمل کے نتائج کا سلسلہ دنوں' ہفتوں اور مہینوں تک پھیلا رہتا ہے اور اس زمانے میں وہ اس قابل نہیں رہتی کہ مرد اس سے مستفع ہو سکے اور بعضوں میں بیوی کے معاملے میں صبر کرنے کی طاقت کم ہوتی ہے تو کیا ایسی صورت میں بہتر نہیں ہوگا کہ مرد کے لیے عقد ثانی کی اجازت دے دی جائے تاکہ وہ بے راہ روی سے بچ سکے۔

۲۔ بعض مردوں کی قوت باہ شدید ہوتی ہے اور ان پر شہوت کا غلبہ رہتا ہے لیکن بیوی کو مرد سے رغبت نہیں ہوتی یا وہ بیمار رہتی ہے یا پاگل ہو جاتی ہے یا اس کے حیض کی مدت طویل ہوتی

ہے اور مرد عورت کے معاملے میں زیادہ صبر نہیں کر پاتا تو کیا ایسی صورت میں کسی Girl Friend (محبوبہ) کو تلاش کرنے کی بجائے دوسری بیوی کر لینا اس کے لیے بہتر نہیں ہوگا؟

۳۔ اللہ رب العزت نے بعض لوگوں کو صحت کے ساتھ خوشحال اور فارغ البال بنایا ہے۔ دولت کی فراوانی اور عیش و تنعم کی زندگی میں عموماً انسان ایک عورت سے آسودہ نہیں ہوتا اور وہ خود اپنے لیے ایک عورت کو ناکافی سمجھ رہا ہے تو کیا ایسے لوگوں کو عقد ثانی سے روکنے کا نتیجہ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ ان سے تقویٰ اور پاک دامنی والی زندگی ہی رخصت ہو جائے؟

۴۔ بعض مردوں کو اولاد سے زبردست محبت ہوتی ہے۔ لیکن بیوی بانجھ ہے اور اس کا بانجھ پن ناقابل علاج بھی ہے اور اولاد سے محرومی کا احساس آدمی کو دن رات ستاتا رہتا ہے اور وہ طلاق کے لیے سوچ رہا ہے تو کیا ایسی صورت میں دونوں کے لیے بہتر نہیں ہوگا کہ مرد اپنی پہلی بیوی کو پاس رکھتے ہوئے اور اس کے حقوق ادا کرتے ہوئے دوسری بیوی کر لے تاکہ اس کی اولاد کی خواہش بھی پوری ہو جائے اور اس عورت کی ناموس کی بھی حفاظت ہو جائے۔

۵۔ بعض مردوں کو ان کے اعزہ خاندانی مصلحت کے پیش نظر ان کی شادی ایسی لڑکی سے کرا دیتے ہیں جو یقیناً ان کے لیے قابل قبول نہیں ہوتی۔ جس کی بنا پر وہ ایک طرح سے تنگی محسوس کرتا

رہتا ہے اب اگر اس کو ایسی بدشکل یا بد خلق یا کوتاہ اندیش یا مخالف مزاج عورت کو گلے باندھے رکھنے کی تاکید ہو گی تو کیا وہ اس سے چھٹکارے کے خطرناک طریقے نہیں سوچے گا ایسی صورت میں میاں بیوی دونوں کی عافیت کے لیے کونسا راستہ اختیار کرنا مناسب ہو گا؟

۶۔ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ قدرتی طور پر مرد نسبت عورتوں کے کم پیدا ہوتے ہیں اور مرتے زیادہ ہیں۔ خصوصاً جنگ کے ایام میں۔ کتنے مرد جنگ میں کام آجاتے ہیں اور فسادات کے زمانہ میں کتنے نوجوانوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس کے علاوہ ہزاروں مرد جہازوں میں ڈوب کر مرجاتے ہیں اور سینکڑوں کانوں میں دب کر اور تعمیرات میں بلندیوں سے گر کر اور بجلی کے کھمبوں سے چپک کر مرجاتے ہیں۔ جب عورتوں کی تعداد مردوں سے بڑھ جائے گی تو ظاہر ہے کہ ہر عورت شوہر کو پانے میں کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ اب ان فاضل عورتوں کی معاش کا کفیل اور ذمہ دار کون بنے گا؟ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر عورت اپنی حفاظت کے لیے مرد کی محتاج ہے تو ان عورتوں کا محافظ کون بنے گا؟ ان حالات میں تین میں سے کوئی ایک صورت اختیار کرنی ضروری ہوتی ہے۔

الف یا تو وہ عورت عمر بھر بیوہ اور کنواری بڑھیا بن کر محرومی کی تلخیوں میں گزار دے اور جہاں سے ڈولا آیا وہیں سے کھٹولا نکلے

گا والے نظریہ پر عمل کرے۔

ب یا تو اس کو آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ ہر مرد کے لیے تماشہ بن جائے۔

ج یا یہ کہ اس کا عقد ثانی ایسے شادی شدہ مرد سے جائز قرار دیا جائے جو نفقہ دینے پر قادر ہو اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کر سکتا ہو۔

سو مذہب اسلام کے نزدیک یہی آخری صورت' سوسائٹی اور خود عورتوں کی مصلحت کے مطابق ہے۔ اور یہی صورت عادلانہ حل ہے اور نسخہ شفا ہے کہ وہ عورت سوکن کی حیثیت سے رہنے کو ترجیح دے کیونکہ یہی سکون و عزت و مودت اور پاک دامنی کی زندگی ہے اور درحقیقت ایسی ہی زندگی ان کی فطرت کی آواز ہے۔

یہ ہے تعدد ازواج کی حقیقت جس کے خلاف مسیحی مغرب چیخ رہے ہیں جب کہ ان لوگوں کا اپنا حال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے لیے کسی قسم کی قانونی یا اخلاقی پابندی کے بغیر تعدد معشوقات اور تعدد محبوبات کو بلا کسی قید اور تحدید کے جائز کر لیا ہے ان کے یہاں مرد قانوناً" ایک بیوی کا پابند ہے لیکن نامناسب طریقے اختیار کر کے غیر قانونی بیویاں رکھنے پر کوئی پابندی نہیں ہے جس کا ثمرہ انہیں جس حرام بچوں اور معاشرہ کی بربادی کی شکل میں مل رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ (بہ شکریہ ماہنامہ "الہلال" مانچسٹر جنوری ۹۵ء)

تتمہ ۲
کچھ ملازمت پیشہ خواتین کے بارے میں

وفاقی شرعی عدالت کے سابق چیف جسٹس مسٹر (ریٹائرڈ) جسٹس گل محمد خان کی سربراہی میں قائم نفاذ شریعت ورکنگ گروپ کی ذیلی کمیٹی نے اپنی تجاویز میں کہا ہے کہ شرعی پردے کے بغیر خواتین کے گھروں سے نکلنے پر پابندی لگائی جائے اور دفتروں میں خواتین کی ملازمتوں کی حوصلہ شکنی کی جائے اور پھر بتدریج اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔

مذکورہ تجاویز اہم اور مفید ہیں۔ خدا کرے کہ انہیں جلد از جلد عملی شکل نصیب ہو۔ اپنا مشاہدہ تو یہ ہے کہ خواتین شوبو سے لواحقین کے دل لبھاتی ہیں۔ ان سے کام اور دفتری قواعد کی پابندی کم ہی دیکھی گئی۔ اپنے دفتر کی پہلی خاتون ملازمہ بلکہ سبھی کرداروں کے نام یاد ہیں۔ برقعہ پوش چہرہ دفتر میں ننگا دیکھنے میں آتا تھا۔ پھر برقعہ اترا اور وہ وقت بھی آیا جب محترمہ کا نسوانی ابھار خاص دلکش جھالر سے مزین ہوتا تھا۔ سیاہ آنکھوں والی ایک کارکن بڑی خوبصورت تھی۔ اس کی ناز برداری پر کئی کلرک لٹے۔ جن میں میرا ایک دوست بھی شامل تھا۔ اس نے محبوبہ کی خدمت تواضع میں اپنی بیوی کے زیور بھی بیچ ڈالے تھے۔ ایسا بھی ہوا کہ دفتر کے دو بڑے افسروں نے فائلیں اور رجسٹر آگے رکھنے، اٹھانے اور چائے پانی پلانے کے لئے لڑکیاں رکھیں۔ ایک اعلیٰ افسر نے اپنے چپراسی سے کہا کہ کوئی اندر مت آئے۔ سوءِ اتفاق سے وہ پیشاب کرنے اٹھ گیا۔ ایک ملاقاتی جو سیدھا اندر جا دھمکا تو دیکھا کہ صاحب ایک محترمہ کو جھولی میں بٹھائے اظہار محبت

فرما رہے تھے۔

بچی کو ملازم کرا کے گھر والے مصیبت میں پھنس جاتے تھے۔ میں نے ایک شخص کو کہتے سنا "فلاں سیکشن میں...... میری بچی ہے فون کروں تو اسے وہاں سے بلا دیا کرو"۔ فون اپریٹر نے کہا میرے پاس چپراسی کوئی نہیں ہے۔ فون والے کمرہ میں لڑکیاں اکثر جمع رہتیں۔ گھر میں حاضری بھی لگواتی ہوں گی۔ خوبصورت لڑکوں کے پاس محترمات کا جمگھٹا رہتا تھا۔ بہرحال چونکہ ملازمت کا معاملہ تھا۔ ڈسپلن کی پابندی ملحوظ خاطر رہتی تھی۔ لڑکیاں دفتر میں گپ شپ لگا لیتیں اور طرفین آنکھیں سینک لیتے تھے۔

ایک ساتھی کسی دفتر میں کام کرتے آئے تھے۔ وہاں ماحول کھلا تھا۔ ایک بار وہ کہیں پکنک پر گئے تو ساری پارٹی سیر سپاٹے کو نکل گئی۔ ایک لڑکی اور اس کی مدد کو چپراسی کھانا پکانے کے لئے چھوڑ گئے۔ چپراسی ایک خوبرو کشمیری نوجوان تھا۔ لڑکی نے قران شریف اٹھا کر اس کے سر پر رکھا اور کہا رازداری کی قسم کھاؤ۔ اور پھر...... پر چھلا (فرنچ لیدر) چڑھا کر......
دفتر میں آکر اس نے دوسری ساتھیوں پر یہ راز کھول دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ دوسری لڑکیاں بھی اس نوجوان کو استعمال کرنے لگیں جس سے اس کی صحت تیزی سے روبہ زوال ہوئی۔ اعلیٰ افسر کے پوچھ گچھ کرنے پر حقیقت کا انکشاف ہوا۔

ایک دوست کی بی اے کی طالبہ بچی نے لائبریرین کا کورس پاس کیا۔ ایک دن میں نے پوچھا بھئی پھر بچی کہیں ملازم بھی کروائی تھی؟ اس جلے بھنے نے دھواں چھوڑا یار ملازم خاک کروائیں؟ دوران کورس کیا پڑھانے

والے' کیا پڑھنے والے' کیا لائبریری ملازم' کیا آنے جانے والے' سبھی ساتھ چلنے کو مدعو کیا کرتے تھے۔

ملازم ساتھیوں اور راستہ میں دل پھینک نوجوانوں کے ہاتھوں ذہنی دباؤ کا شکار رہتی ہیں۔ اگلے سیدھا کہتے ہیں شادی کرو یا ویسے ہی اٹھا لے جائیں گے۔ والدین فیکٹریوں میں کمائی کرنے بھیجتے ہیں جبکہ وہ بیچاری جیون ساتھی کی تلاش میں للچاتی پھرتی ہیں۔

نرسوں' ڈاکٹروں کے معاملات کھلا راز ہیں۔ برطانوی پولیس کی خواتین اپنے مرد ساتھیوں کے جنسی استحصال کا شکار ہوتی ہیں۔ ہسپتالوں میں نرسیں مریضوں کو نہلانے لیجاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ پہلے ہم پر "غسل" "فرض" تو کر لو! خلیجی جنگ کے دوران امریکی فوجی اپنی خواتین ساتھیوں پر ہی پل پڑا کرتے تھے۔ جنگ کے خاتمہ پر بیچاری امریکہ پہنچ کر روئیں۔

مغرب کے قصے تو خیر طویل ہیں۔ بعض افریقی ممالک میں طالبات کو سالانہ ترقی کے سلسلہ میں...... رشوت دینی پڑتی ہے۔ ہمارے پاس بھارت میں خواتین کی ملازمت عام ہے۔ وہاں اس کا بنیادی پتھر ہی مردوں کا عورتوں سے اپنی جنسی بھوک مٹانا ہے۔

۱۱ جولائی ۱۹۹۰ء کو فلیٹی ہوٹل لاہور میں شریعت بل کے خلاف مسیحیوں نے ایک جلسہ منعقد کیا۔ جارج جیکب ایم این اے نے کہا اب شریعت کے نفاذ سے مسلمان عورتیں تو گھروں میں بیٹھ جائیں گی لہذا عورتوں والی ضروریات ملازمت پیشہ مسیحی خواتین سے ہی پوری کیا جایا

کریں گے۔ مقام شکر ہے کہ تین چار منٹ بعد سامعین کے احتجاج پر فاضل مقرر نے اپنے یہ الفاظ واپس لے لئے۔

جو بھی عورت گھر سے نکل آئی اب الا ماشاء اللہ' اس کا شیطان ہی ساتھی ہے۔ لاہور کی ایک طالبہ اپنی سہیلی کے ہمراہ گوجرانوالہ میں اپنے آشنا کو مل کر چھٹی کے وقت احتیاط سے وقت پر گھر پہنچ جایا کرتی تھی۔

مشہور ہے کہ دفتر میں عورتوں سے مردوں والے کام لو تو ملازم خواتین چیختی ہیں اور اگر ان سے عورتوں والے کام لو تو ان کے گھر والے چیختے ہیں۔ یہ دل لگی نہیں ٹھوس حقیقت ہے۔

جوں جوں میدان عمل میں عورت داخل اور مرد خارج ہوتا ہے تہذیب ترقی کرتی ہے۔ ترقی یافتہ مغرب اس ترقی کے ہاتھوں گھٹ مرنے کو تیار ہے۔ اب مشرق میں ترقی تہذیب کے سیلاب بلا کے آگے بند کون باندھے گا ہائے!

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
سبھی اس زلف گرہ گیر کے اسیر ہوئے

تتمہ نمبر ۳

کم عمر لڑکیوں پر بھارتی جنسی تشدّد

نئی دہلی (اے پی پی۔ اف پ) پولیس نے ایک بھارتی ہندوست پراکاش کو اپنی ۸ سالہ بیٹی کے ساتھ زیادتی کرنے اور قتل کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے۔ (نوائے وقت ۹۵-۷-۲۵)

مورخہ ۹۴-۹-۳۰ کو تھانہ ممتاز آباد ملتان میں مقدمہ نمبر ۴۷۸/۹۴ زیرِ دفعہ ۹-۷-۱۸ حدود آرڈی نس عبدالستار نے درج کرایا کہ اس کی بیٹی عمر ۴ سال دوکان سے کچھ خریدنے گئی۔ اس کی واپسی نہ ہونے پر تلاش شروع کی تو مشتاق احمد نامی شخص کے گھر سے اقراء کے چیخنے کی آواز آئی۔ اندر داخل ہو کر دیکھا تو مظہر ولد عاشق عمر ۱۹ سال اقراء کے ساتھ زیادتی کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے مظہر کو گرفتار کر لیا جو تاحال جیل میں ہے۔ مقدمہ کا چالان مکمل ہو کر عدالت میں بھیج دیا گیا ہے۔

تھانہ مخدوم رشید ملتان میں مورخہ ۹۴-۱۲ے کو مقدمہ نمبر ۴۵۹/۹۴ درج کیا گیا جس کے مطابق نذیر احمد نے بیان دیا کہ اس کی ۶ سالہ بیٹی گھر سے باہر کھیل رہی تھی کافی دیر تک واپس نہ آنے پر اسے تلاش کیا تو مکئی کے کھیت سے رونے کی آواز سن کر اس طرف گیا تو دیکھا کہ عمران ولد نعیم عمر ۱۹ سال وہاں سے نکل کر بھاگا۔ اختر بی بی زخمی حالت میں کھیت میں پڑی تھی۔ پولیس نے بعد میں عمران کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔ میڈیکل رپورٹ نے وقوعہ کی تصدیق کی۔ ("جہد حق" فروری ۹۵ء)

نعمت کالونی فیصل آباد میں ایک پانچ سال کی بچی کے ساتھ کسی جنونی نے جنسی تشدد کیا۔ ریپ کا ملزم چونکہ ایک بااثر شخص کا ملازم تھا چنانچہ اس نے پولیس کے ساتھ مل کر معاملہ رفع دفع کروا دیا۔ متاثرہ بچی کے والدین نے اپنی عزت کے ڈر سے اس معاملہ کو چھپا لیا۔ ("جہد حق" اپریل ۹۵ء)

ایک چوبیس سالہ ہمسایہ چھ ماہ کی بچی کی زندگی برباد کر کے بھاگ گیا۔ بدنصب بچی کے باپ نے پولیس کو بتایا ہے کہ وہ اور اس کی بیوی اپنی معصوم بچی کو ملازمہ کے سپرد کر کے گھر سے باہر گئے۔ اس دوران قریب ہی رہائش پذیر ۲۴ سالہ نوجوان سوشیل بچی کو باہر گھمانے پھرانے کے بہانے لے گیا اور پھول سی بچی کو مسلنے کے بعد دوبارہ گھر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ زخمی بچی اس وقت ہسپتال میں داخل ہے۔ بھارتی اخبار کے ایڈیٹر نے اس گھناؤنی واردات کے لئے "ریپ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس کا ترجمہ کرنے کی صحافی ضابطہ اخلاق اجازت نہیں دیتا۔ ("جہد حق" جون ۹۵ء)

۸۳ء میں مجھے بھارت جانے کا اتفاق ہوا۔ ان دنوں ایک چار سالہ طالبہ کے ساتھ زیادتی کے المیہ کا بڑا چرچا تھا۔ دہلی کے جس ایڈیشنل سیشن جج نے مجرم کو سزا سنائی تین راتیں سو نہیں سکا تھا۔

میں لدھیانہ میں چھت پر بوقت شام ننھی سکھنی کو سبق پڑھا رہا تھا کہ میری سکھ میزبان نے محض "چیک" کرنے کی غرض سے بچی کو آواز دی۔ "احساس" ہونے پر میں اپنی غریب الدیاری اور محبت سے انہیں ملنے جانے کے حوالوں سے سکھنی کی عقل پر خوب ہنسا!

پیشتر ازیں لاہور میں تین سالہ بچی سے زیادتی کی اخباری خبر یاد پڑتی ہے۔ اب بھارت میں چھ ماہ کی بچی سے زیادتی کی خبر پر "جہد حق" نے بھی "بلا تبصرہ" کی سرخی جمائی ہے۔

تازہ ترین مسیحی تعلیم

س۔ خداوند یسوع مسیح کون ہے؟

ج۔ خداوند یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے جو انسان بنا۔

س۔ خداوند یسوع مسیح کس لئے انسان بنا؟

ج۔ خداوند یسوع مسیح روح القدس کی قدرت سے کنواری مریم سے پیدا ہوا۔

س۔ کیا مقدسہ مریم سچ مچ خدا کی ماں ہے؟

ج۔ جی ہاں کیونکہ اس کا بیٹا یسوع مسیح سچا خدا ہے۔

س۔ کیا مقدس یوسف خداوند یسوع مسیح کا باپ تھا؟

ج۔ مقدس یوسف خداوند یسوع مسیح کا پالنے والا باپ اور محافظ تھا۔

("مسیحی تعلیم" جسے بشپ سائمن پریرا صاحب کی اجازت سے طبع کیا گیا۔ مورخہ ۳ جون ۱۹۹۵ء، صفحہ ۲۰)

پیواؤں، مبلغوں اور نومسلموں کی سرپرستی، افریقہ و دیگر ممالک میں اسلامی لٹریچر اور قرآن پاک کی ترسیل، باطل مذاہب و نظریات کی تردید، اسلام کی برتری و حقانیت، تبلیغی لٹریچر اور تالیفات و کتب کی طباعت و اشاعت کے ضمن میں اسلامی مشن کا ماضی تابناک اور قابل فخر ہے۔ اس کار خیر کو آگے بڑھانے میں مقدور بھر حصہ لیجیے۔

اسلامی مشن کو دیے گئے عطیات انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں

اسلامی مشن سنت نگر لاہور

محمد اسلم رانا کے فاضلانہ اور محققانہ قلم سے

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱۔	حضرت مسیح اور کتاب مقدس	۴	۲۱۔	بائبل میں مسیح کے نسب نامے	۴
۲۔	مسیحی عقائد	۴	۲۲۔	عالمگیر مذہب عیسائیت یا یہودیت	۴
۳۔	بائبل کے متن کی حیثیت	۴	۲۳۔	سازش کا پردہ چاک ہوتا ہے	۵
۴۔	حبیبِ خدا	۴	۲۴۔	اقلیتیں مقدس امانت ہیں	۴
۵۔	چند مسیحی غلط فہمیوں کا ازالہ	۴	۲۵۔	انجیل نویسوں کی بے خبری	۴
۶۔	مسیحی یا مسلمان	۵	۲۶۔	تثلیث فی التوحید	۱۴
۷۔	قرآن سے بائبل کی تصدیق	۴	۲۷۔	قرآن کریم لازوال معجزہ	۱۵
۸۔	حقیقت قصص بائبل	۵	۲۸۔	قدیم بت پرستیوں کا مسیحی	
۹۔	عصمت انبیاء	۵		مجموعہ کرسمس (طبع برطانیہ)	ختم
۱۰۔	زبور کا حیران کن انکشاف	۵	۲۹۔	بھارتی مسلمانوں پر لرزہ خیز مظالم	۱۰
۱۱۔	بائبل میں ردوبدل (حصہ اول)	۵	۳۰۔	عیسائیوں کی بت پرستی	۱۵
۱۲۔	بائبل میں ردوبدل (حصہ دوم)	۵	۳۱۔	مسیحی ذہنیت اور گستاخ رسول ایکٹ	۲۵
۱۳۔	تعارف بائبل	ختم	۳۲۔	مقالات اسلم (طبع) برطانیہ	ختم
۱۴۔	اسلام اور صحائف مقدس	۴	۳۳۔	پاکستان میں مسیحی آبادی	۴
۱۵۔	الوہیت مسیح اور تثلیث	۴	۳۴۔	قرآن مجید کی شان میں	ختم
۱۶۔	حضرت اسماعیل کی الہامی بشارتیں	۵		مسیحیوں کی شرانگیزی	
۱۷۔	اصلیت مسیحیت	۵	۳۵۔	ضرورت ہے مسیحی سوچ میں تبدیلی کی	۴
۱۸۔	تہذیب نو	۵	۳۶۔	مسیحی ممالک میں مسیحیوں کی حالت زار	۱۰
۱۹۔	کیا بائبل کلام الٰہی ہے	۴	۳۷۔	بائبل کا تصور خدا	۴
۲۰۔	بھارت میں مسلمانوں کا قتل عام	۴	۳۸۔	چند مسیحی سوالوں کے جوابات	۲۰

اسلامی مشن سنت نگر لاہور